بسم اللہ الرحمن الرحیم
مسئلہ رفع الیدین
مؤلف
علامہ مولانا محمد شوکت علی سیالوی صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

الانتساب

بندہ اپنی اس ابتدائی اور حقیر سی کوشش کو

مجدد دین وملت اعلیٰحضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ

اور

فخر الصلحاء قبلہ استاذ مکرم مفتی محمد اشفاق احمد صاحب رضوی مدظلہ
کی ذات پاک سے منسوب کرتا ہے ۔

جن کی نظر عنایت اور توجہ بے غایت میری موجب ہدایت اور جن کی
ذات علیا میری جائے پناہ !

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد شوکت علی سیالوی

الاھداء

اپنی اس کاوش کو اُس شفیق و مشفق برادرِ مکرم
کی خدمت میں ہدیۂ پیش کرنے کی سعادت حاصل
کرتا ہوں جن کی محبت میری اندھیری راتوں کی روشنی
جن کا سایہ میرا ہمدم و رہنما، یعنی

غلام یٰسین خان صاحب لغاری

پروپرائیٹر: سٹی ٹاپ پلک شیک سنٹر چوک سنگلا نوالہ خانیوال
جو مجھ بے نوا کا مایۂ دنیا بھی ہیں اور جن کی دُعائیں میرا
سرمایۂ آخرت بھی ہیں۔

؎ کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دے دیا ورنہ
کہاں میں اور کہاں یہ راستے پیچیدہ پیچیدہ

محمد شوکت علی سیالوی

محمد صدیق فانی

حرفِ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہمارے مُلک کے بعض علماء شب و روز اسی فکر و سوچ اور اپنی خداداد صلاحیتوں کو اسی کام میں صرف کرنے میں کوشاں ہیں کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کی صفوں میں افتراق و انتشار کی آگ سلگتی رہے، فرقہ واریت کا بازار گرم رہے اور ہماری دکانیں اوج ثریا پر رہیں۔ نہ خدا کا خوف ــــ نہ حشر و نشر کا ڈر ــــ کہ ہم سراسر حکم خداوندی :۔ "لاتفسدوا فی الارض" کی خلاف ورزی کر رہے ہیں ــــ نہ مسلمانوں کی زبوں حالی کا خیال ــــ نہ ملکی حالات پیش نظر ــــ نہ کشمیر اور بوسینیا کے باسیوں پر ظلم و ستم کا احساس ــــ اتحادِ امت کا درس دینے کی بجائے، فروعی مسائل کی آڑ میں اجتماعی قوت کو پارہ پارہ کرنا ــــ اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتے ہیں۔ اور اپنے اوہام باطلہ میں اسلام اور مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ نہیں نہیں! بلکہ نفرتوں اور کدورتوں کو جنم دے رہے ہیں۔

ائمہ اربعہ کی پاکیزہ زندگیوں کا مطالعہ کیجیے۔ تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اُن کے ہاں فروعی مسائل میں اس قدر درشتی نہیں پائی جاتی تھی، تو پھر اب کیوں ــــ ؟
ڈر ہے کہ کہیں ہمارا بھی وہی حال نہ ہو جو چنگیزی دَور میں بغداد کا ہوا تھا۔

جبکہ علمائے غیر مقلدین[1] کی اکثریت رفع یدین کو استحباب کا درجہ دیتی ہے کہ اس کے ادا نہ کرنے سے نماز ہو جاتی ہے تو پھر ــــ اس مسئلہ میں اس قدر سیخ پا ہونا، سختی و زبردستی کرنا، انعام بازی کے اشتہار شائع کرنا، کوئی دینی، مذہبی اور اصلاحی

---

[1] مولانا محی الدین لکھوی صاحب نے مورخہ ۶ مئی ۱۹۷۷ء کو موضع حسین خان والا ہٹھار (قصور) میں خطبہ جمعہ دیا دوران تقریر انہوں نے فرمایا فاتحہ خلف الامام۔ رفع یدین اور آمین بالجہر کے بغیر بھی نماز درست ہے۔

خدمت نہیں بلکہ سراسر نادانی، کم فہمی اور عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔

ہمارے مشفق دوست مولانا محمد شوکت علی سیالوی کو ایک مہربان نے اسی قسم کا ایک اشتہار لاکر دیا جس میں رفعیدین کے منسوخ ثابت کرنے پر انعام کا وعدہ تھا، یہی اشتہار زیر نظر کتاب لکھنے کا سبب بنا۔ تاکہ عوام الناس کو شکوک وشبہات کی دلدل سے نکال کر یقین وعرفان کی منزل پر پہنچایا جائے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"لکھنا محض الفاظ کو گرامر کے اصول کے مطابق جمع کرنے کا نام نہیں ہے اور نہ یہ معلومات کا انبار لگا دینے کا عمل ہے۔ لکھتے وقت وہی الفاظ استعمال کیے جانے چاہئیں جو بات دوسروں تک پہنچا سکیں اور مدعا بیان کر سکیں۔ لکھتے وقت ضروری ہے کہ معلومات اس طور پر سامنے لائی جائیں کہ ان کا منطقی ربط باقی رہے اور پڑھنے والے کے لیے نتائج اخذ کرنا دشوار نہ ہو۔"[1]

انہی قواعد وضوابط کو پیش نظر رکھتے ہوئے جناب سیالوی صاحب نے مسئلہ رفعیدین پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ آسان اردو، اسلوب بیان نہایت ہی شستہ، مؤثر اور دلکش ہے تاکہ عوام الناس ان کے مدعا ومقصد کو باآسانی سمجھ سکیں۔

زیر نظر کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول: اس میں ترکِ رفعیدین پر کتاب وسنت، آثارِ صحابہؓ وتابعینؒ سے دلائل وبراہین پیش کیے گئے ہیں۔

باب دوم: اس میں علمائے احناف کے پیش کردہ دلائل پر علمائے غیر مقلدین کے اعتراضات کا علمی وتحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔

باب سوم: اس میں علمائے غیر مقلدین کے دلائل کا مسکت جواب دیا گیا ہے۔

باب چہارم: اس میں امام ابوحنیفہ رح اور امام اوزاعی رح کے درمیان مسئلہ رفعیدین

[1] پیش لفظ، تصنیف وتحقیق کے اصول از ڈاکٹر قاضی عبدالقادر ص۳ طبع اسلام آباد۔

پر مناظرہ کا تفصیل بیان ہے۔

جناب سیالوی صاحب کی یہ پہلی کاوش ہے۔ محققین اور علمائے کرام سے التماس ہے کہ اگر وہ کوئی سقم یا اغلاط پائیں تو ناشر صاحب کو مطلع کریں۔ ہم ان حضرات کے ممنون ومشکور ہوں گے اور فراخدلی سے ان کا خیر مقدم کریں گے۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان خامیوں کو دور کیا جا سکے، مگر اعتراض برائے اعتراض نہ ہو بلکہ اعتراض برائے اصلاح ہو تاکہ انہیں فروعی مسائل میں الجھ کر ہم اپنے مقصدِ حیات کو نہ بھول جائیں۔

خالقِ کائنات جل جلالہٗ سیالوی صاحب کی اس سعیٔ جمیلہ کو درجہ قبولیت عطا فرماکر دنیا وآخرت کی بھلائیوں سے نوازے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد صدیق فانی

۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵ء
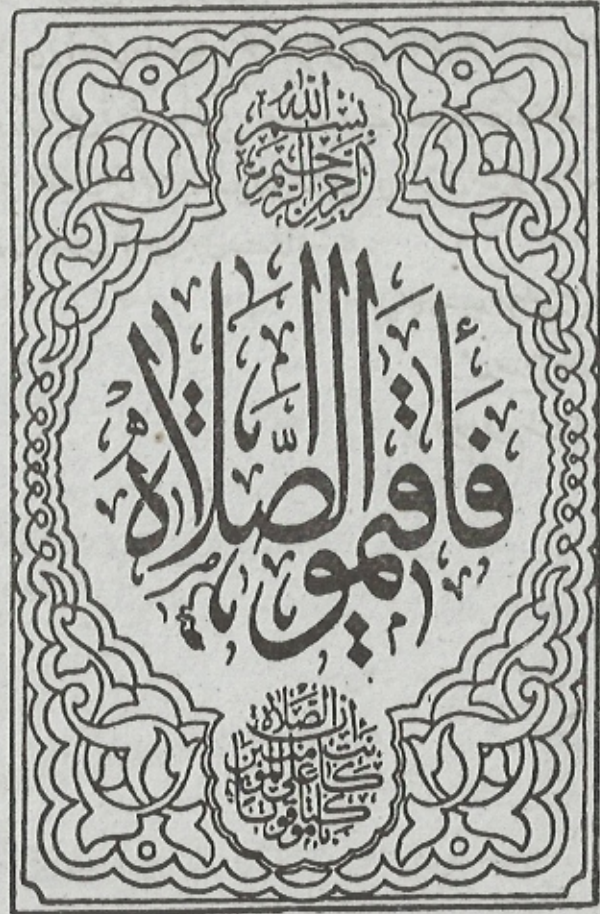
بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

رفع یدین کا لغوی معنٰی ہے "دونوں ہاتھوں کا اُٹھانا" اور عرفِ عام میں اس سے مراد نماز میں کانوں تک ہاتھ اُٹھانا ہے۔

(فرہنگ عامرہ ص ۲۹۳ مطبوعہ اسلام آباد)

تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اُٹھانے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اہل سنت وجماعت حنفی بھی ہاتھ اٹھاتے ہیں اور غیر مقلدین بھی۔

حافظ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی رحمہ اللہ[1] فرماتے ہیں:

اجمعت الامة على استحباب رفع اليدين عند تكبيرة الاحرام واختلفوا فيما سواها۔

(مسلم مع شرح نووی ج ۱ ص ۱۶۸ مطبوعہ کراچی ۱۹۵۶ء)

علامہ محمد بن علی بن عبد اللہ شوکانی[2] غیر مقلد لکھتے ہیں۔

والحديث يدل على مشروعية رفع اليدين عند تكبيرة الاحرام۔ (نیل الاوطار ص ۶۵ جلد دوم طبع مصر)

---

[1] محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری نووی سنہ ۶۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ وہ محققین میں سے آخری تھے اور شافعیؒ کے اصحاب میں ان کا درجہ اجتہاد کا ہے۔ سنہ ۶۷۶ھ میں وفات پائی۔

[2] محمد بن علی بن عبد اللہ شوکان کے مقام پر ۱۱۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔ صنعا کے شہر میں تحصیل علم کا آغاز کیا۔ تفسیر فتح القدیر، نیل الاوطار، ارشاد الثقات، القول المفید وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ سنہ ۱۲۵۰ھ میں وفات پائی۔

صاحبِ حاشیۂ "کتاب الآثار" لکھتے ہیں :

اس پر سب کا اجماع ہے کہ نمازی پہلی تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے ۔

(حاشیہ کتاب الآثار ص۶۱ مطبوعہ کراچی)

صاحبِ فیوض الباری علامہ محمود احمد رضوی لکھتے ہیں :

تکبیر تحریمہ کے وقت رفعیدین کرنے پر اجماع ہے ۔

(فیوض الباری شرح صحیح بخاری ص۲۷ پ۳ مطبوعہ لاہور)

اختلاف اُن ہاتھوں کے اٹھانے میں ہے جو رکوع میں جاتے وقت اور رکوع کے بعد اُٹھائے جاتے ہیں ۔ اسی کو ہمارے دیار میں مسئلہ رفعیدین سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

مسئلہ رفعیدین میں احناف کا مؤقف

اس مسئلہ میں اہلِ سنت و جماعت حنفی کا مؤقف یہ ہے کہ رفعیدین منسوخ ہوچکا ہے ۔ اور اس کا اب نماز میں کرنا سنت نہیں ہے ۔

امام محمد[۱] بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

نماز میں جھکتے وقت اور کھڑے ہوتے وقت اور دوسرے سجدے کے وقت تکبیر کہے مگر رفعیدین ایک ہی دفعہ نماز شروع کرتے وقت کرے ۔ اس کے بعد نماز میں پھر رفعیدین نہ کرے ۔ امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے ۔ (مؤطا امام محمد (اردو) مطبوعہ کراچی)

۱؎ محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی، امام ابو حنیفہ رح کے شاگردوں میں سے ہیں ۔ آپ فقہ و حدیث و لغت کے امام اور فصیح و بلیغ و ادیب بے نظیر تھے ۔ سنہ ۱۳۲ھ یا ۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے ۔ کوفہ میں نشو و نما پایا ۔ امام ابو حنیفہ رح کی شاگردی کی اور مدت تک ان کی صحبت میں رہ کر فقہ حاصل کی اور حدیث کو امام ابو حنیفہ رح، امام ابو یوسف رح، مسعر بن کدام رح، سفیان الثوری رح، امام مالک رح وغیرہ سے سنا اور آپ سے بہت سے مشاہیر نے روایت کی ۔ سنہ ۱۸۹ھ میں وصال ہوا ۔

شارح کتاب الآثار لکھتے ہیں :

رفعیدین منسوخ ہے ..... یہی قول ہے امام ابو یوسف[۱] رح، امام ابو حنیفہ رح اور امام محمد رح کا ۔

(کتاب الآثار مع شرح (اردو) ص۶۱)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی رح لکھتے ہیں :

"انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ"

(عمدۃ القاری ص۲۷۳ جلد ۵ مطبوعہ بیروت)

رفع یدین رکوع وغیرہ کا ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہوگیا ۔

علامہ احمد بن ابو سعید المعروف ملا جیون حنفی رح فرماتے ہیں ۔

رفع یدین منسوخ ہے ۔

(نور الانوار ص۱۶۱ مطبوعہ مصطفائی)

شیخ عبد الحق محدث[۲] دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

اوّل رفع بود در آخر منسوخ شد "

(شرح سفر سعادت ص۶۵ طبع سکھر)

۱؎ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم سنہ ۱۱۳ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے ۔ امام اجل، فقیہ اکمل، عالم ماہر، حافظ سنن، صاحبِ حدیث، ثقہ، مجتہد فی المذہب اور امام ابو حنیفہ رح کے اصحاب میں سب سے مقدم تھے ۔ آپ ہی نے سب سے پہلے امام ابو حنیفہ رح کے مذہب پر کتابیں لکھیں ۔ سنہ ۱۸۲ھ میں وصال ہوا ۔

۲؎ شیخ عبد الحق بن سیف الدین سنہ ۹۵۸ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے ۔ اپنے زمانہ کے فقیہ، محدث، محقق، مدقق، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، مورخ شہیر، مستند موافق و مخالف تھے ۔ آپ ہی ہیں جنہوں نے پہلے پہل حدیث کا علم عرب سے لاکر اس سے ہندوستان کو منور کیا ۔ لمعات (عربی) اشعۃ اللمعات (فارسی) شرح سفر السعادۃ، مدارج النبوۃ، اخبار الاخیار، جذب القلوب وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں ۔ ۱۰۵۲ھ میں دہلی میں وفات پائی ۔

برصغیر پاک و ہند میں مسلکِ احناف کے ترجمان "الفقیہ امرتسر" کے ایڈیٹر لکھتے ہیں:

رفع یدین، جہر بالامین، فاتحہ خلف الامام کے متعلق احناف کا
مسئلہ یوں ہے کہ یہ تینوں منسوخ ہیں۔

("الفقیہ امرتسر"، ۷ رجون ۱۹۳۰ء ص۴)

علامہ محمود احمد رضوی شارح بخاری لکھتے ہیں:

" رفع یدین سنّتِ باقیہ نہیں ہے اور رکوع کو جاتے اور
رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین منسوخ ہے۔"

(فیوض الباری ص۳۷۳ پ۳ طبع لاہور)

مسئلہ رفع یدین میں علماءِ غیر مقلدین کی مختلف آراء

مولانا سید نذیر حسین دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) لکھتے ہیں:۔

رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت ہے۔"

(فتاویٰ نذیریہ ص۴۴۱ جلد اول مطبوعہ انڈیا)

(فتاویٰ علمائے حدیث کتاب الصلوٰۃ ص۱۶۰ ج۳)

مولوی محمد اسماعیل دہلوی (م ۔۔۔ھ) لکھتے ہیں:

حق یہ ہے .... رفع یدین کرنا سنّتِ غیر مؤکدہ ہے۔

(تنویر العینین ص۵)

مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۹۴۸ء) لکھتے ہیں:

رفع یدین کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز کی صحت
میں کوئی خلل نہیں آتا۔" (اہل حدیث کا مذہب ص۶۸)

علامہ محمد بن علی شوکانی لکھتے ہیں:

"نماز میں رفع یدین مستحب ہے۔" (نیل الاوطار ص۶۹ جلد۲)

مولوی محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:

(نماز میں) رفع یدین کرنا مسنون ہے۔

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ص۴۸ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء)

علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

" رفع یدین کرنا مستحب ہے۔"

(اردو ترجمہ سنن ابوداؤد ص۲۸۶ پ۳ مطبوعہ لاہور)

صاحبِ فتاویٰ علمائے حدیث مولانا علی محمد سعیدی لکھتے ہیں:

" رفع یدین کرنا مستحب ہے۔"

(فتاویٰ علمائے حدیث ص۱۶۰ ج۳ طبع خانیوال ۱۹۷۴ء)

مولانا خالد گرجاکھی لکھتے ہیں:

دوسرا مذہب سنّتِ مؤکدہ ہے اور راجح بھی یہی ہے اور اکثر کا
مسلک یہی ہے۔ سنّتِ مؤکدہ، اگر غلطی سے رہ جائے تو نماز ہو جاتی ہے
اور اگر دیدہ دانستہ چھوڑ دے تو سنّتِ مؤکدہ کا تارک گنہگار ضرور ہوتا ہے۔

(جزء رفع الیدین ص۱۰،۱۱)

مولوی حکیم محمد صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں:

" ہر مسلمان رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر نماز
کا یقیناً نقصان ہے۔"

(صلوٰۃ رسول ص۲۴۳ مطبوعہ لاہور)

"صلوٰۃ رسول" پر مندرجہ ذیل جید علمائے غیر مقلدین کی تقاریظ درج ہیں:

۱۔ مولانا محمد داؤد غزنوی
۲۔ مولانا محمد اسماعیل محدث۔
۳۔ مولانا محمد عبداللہ ثانی امرتسری
۴۔ مولانا نور حسین گرجاکھی
۵۔ مولانا احمد دین گکھڑوی۔
۶۔ مولانا محمد صاحب گوندلوی

ذرا توجہ فرمائیے!!

محترم حضرات!

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ رفع یدین کے مسئلہ پر خود علمائے اہلحدیث کا موقف کتنا مختلف ہے. کوئی اسے مشروع و مسنون فرما رہا ہے تو کوئی صرف مستحب۔

سوچنے کی بات ہے کہ جو چیز خود آپ کے نزدیک ہی متفقہ حکم نہیں رکھتی اُسی کو بنیاد بنا کر مسلمانوں میں تفرقہ اور شور و شر پیدا کرنا کہاں کی خدمتِ دینی ہے۔؟

اللہ تعالیٰ ہمیں حق قبول کرنے کی توفیق عنایت فرمائے. آمین

جو علمائے اہلحدیث رفع یدین کے معاملہ میں اتنا تشدد اختیار کرتے ہیں۔ کہ لاکھوں روپے کے انعامات کے اشتہارات شائع کر رہے ہیں. اُن سے عاجزانہ سوال ہے کہ وہ علمائے اہلحدیث جو رفع یدین کو صرف مستحب فرماتے ہیں اور عدم رفع یدین کی صورت میں نماز کو ناقص نہیں فرماتے. اُن کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ جواب مطلوب ہے۔

بابِ اوّل

ترکِ رفعِ یدین کے دلائل و براہین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دلیل ۱: خالقِ کائنات جل جلالہٗ ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ۔ (قرآن کریم پ ۱۸)

ترجمہ: بلا ریب وہ اہل ایمان کامیاب ہوئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس[1] رضی اللہ عنہٗ خاشعون کے تحت فرماتے ہیں:

مخبتون متواضعون لا یلتفتون یمینا و لا شمالا و لا یرفعون ایدیھم فی الصلوٰۃ (تفسیر ابن عباس رضؓ ص ۲۱۲ طبع فاروقی کتب خانہ ملتان)

ترجمہ: عاجزی و تواضع کرنے والے نہ دائیں بائیں التفات کرتے ہیں اور نہ نماز میں اپنے ہاتھ اُٹھاتے ہیں۔

دلیل ۲: حضرت سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

خرج رسول اللہ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ۔

---

[1] حضرت عبداللہ بن عباس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی تھے. کثرتِ علم کی وجہ سے آپکو حبر اور بحر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے. فتویٰ اور تفسیر کی ریاست آپکی ذات پر ختم ہو گئی تھی. حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ کا قول ہے ابن عباس رضؓ "ترجمانِ قرآن" تھے. سنہ ۶۸ھ میں بعمر ۷۰ سال وفات پائی۔

{ صحیح المسلم[1] ص۱۸۱ جلد اول مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
السنن الکبریٰ از امام بیہقی رح[2] ص۲۸۰ جلد۲ طبع بیروت }

ترجمہ : حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام تشریف لائے اور ارشاد فرمایا، کہ مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں تمہیں نماز میں رفعیدین کرتے دیکھ رہا ہوں جیسے قبیلہ شمس کے سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہلتی ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو"

یہ صحیح قولی حدیث اس بات پر شاہد ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رض کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا اور انہیں منع فرمایا۔ معلوم ہُوا کہ نماز میں رفعیدین کرنا سنتِ باقیہ نہیں ہے بلکہ یہ عمل منسوخ ہے اور اہل سنت حنفی بھی اسی بات کے قائل و عامل ہیں۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی ؛ "اُسکُنُوا فی الصلوٰۃ" کہ نماز میں سکون اختیار کرو اور سکون تب ہی حاصل ہوگا جبکہ نماز میں رفعیدین نہ کیا جائے اسی لیے امام بیہقی رح نے اس حدیث کو "الخشوع فی الصلوٰۃ[3]" کے باب میں نقل فرمایا ہے۔

---

[1] امام مسلم بن الحجاج القشیری نیشاپوری کی تصنیف ہے۔ سنہ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے فنِ حدیث کے اکابرین میں شمار کیے جاتے ہیں اختصار کے ساتھ طرق اسانید کی تلخیص اور ضبط انتشار میں یہ کتاب بے نظیر واقع ہوئی ہے۔ حافظ ابو علی نیشاپوری فرماتے ہیں۔ علم حدیث میں روئے زمین پر مسلم سے بڑھ کر صحیح ترین اور کوئی کتاب نہیں" سنہ ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔

[2] یہ ابوبکر احمد بن الحسین کی تصنیف ہے۔ سنہ ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔ حاکم، ابو طاہر، ابن فورک، ابو علی صوفی اور عبدالرحمٰن سلمی صوفی سے علوم حاصل کیا۔ سنہ ۴۵۸ھ میں نیشاپور میں انتقال فرمایا اور بیہق قصبہ میں دفن ہوئے۔ السنن الکبریٰ کے علاوہ اور بہت سی تصانیف یادگار چھوڑیں۔ [3] بیہقی ص۲۷۹ جلد دوم طبع بیروت۔

دلیل ۳ حضرت علقمہ[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ۔

[ترمذی ص۵۵ جلد اوّل طبع کراچی
بیہقی ص۷۸ جلد۲، مطبوعہ بیروت
مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۳۶ جلد۱ (کراچی)
ابوداؤد ص۲۹۸ جلد اوّل طبع لاہور }

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن مسعود[2] رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ (اے لوگو) کیا تمہیں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں ؟ پھر آپ نے نماز پڑھی اور سوائے پہلی تکبیر کے آپ نے کسی جگہ ہاتھ نہیں اٹھائے"

امام ترمذی رح فرماتے ہیں ؛ حدیث حسنٌ "یہ حدیث حسن ہے۔

---

[1] حضرت علقمہ بن قیس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے۔ فضل و کمال اور زہد و ورع کے لحاظ سے ممتاز تابعین میں سے تھے فقہ میں امامت و اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ ۶۲ھ میں کوفہ میں وصال ہُوا۔ [2] آپ کا نام نامی عبداللہ بن مسعود بن غافل اور کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ آپ بہت پہلے اسلام لائے اور خود فرمایا کرتے تھے میں چھٹا مسلمان تھا ہمارے سوا روئے زمین پر ساتواں مسلمان کوئی نہ تھا۔ اسلام لانے کے بعد آپ اکثر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔ آپ کا شمار خدام صحابہ رض میں ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں غزوات بدر، خندق، بیعت رضوان اور دیگر لڑائیوں میں شریک رہے۔ دورِ فاروقی میں کوفہ کے معلّم اور وزیر بنا کر بھیجے گئے اور اہل کوفہ حدیث اور تفسیر کا درس آپ سے لیتے رہے۔ آپ عظیم ترین عالم بے مثال فقیہ اور عدیم النظیر محدث تھے۔ دورِ عثمانی میں مدینہ منورہ واپس آگئے اور سنہ ۳۲ھ میں وصال پایا۔

حافظ ابن حجر[1] شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وہذا الحدیث حسنہ الترمذی وصححہ ابن حزم[2]۔

یہ حدیث، امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔ اور علامہ ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے۔

(التلخیص الحبیر علی شرح المہذب ص۲۷ ج۳ مطبوعہ مصر)

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

توثیق کی اس حدیث کی ابن معین[3] نے۔

(ابو داؤد (اردو) ص۲۹۵ طبع لاہور)

امام ترمذی رح مذکورہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

وبہ یقول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وہو قول سفیان و اہل الکوفۃ

(ترمذی[4] ص۵۵ جلد اول)

اور بے شمار اہل علم صحابہؓ اور تابعینؒ کا اسی پر عمل ہے اور یہی قول ہے، حضرت سفیان کا اور تمام اہل کوفہ کا۔

---

[1] آپ کا اسم گرامی ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ہے۔ مسلک آپکا شافعی تھا۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی تصانیف یادگار چھوڑیں ۸۵۲ھ میں انتقال فرمایا۔ [2] ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم ۳۸۴ھ کو قرطبہ میں پیدا ہوئے وقت کے علماء سے استفادہ کیا۔ ابن حزم کا مسلک ہمیشہ ایک نہیں رہا۔ پہلے پہل وہ شافعی مذہب کا بہت بڑا حامی تھا۔ پھر فرقہ ظاہریہ کا پیرو بن گیا۔ اور اس نے مخالفین پر شدت سے الزام لگانے شروع کر دیئے حتیٰ کہ اس نے بعض راسخ العقیدہ اماموں کو بھی نہ بخشا۔ المحلیٰ۔ کتاب ناسخ ومنسوخ وغیرہ اس کی مشہور تصانیف ہیں۔ ۴۵۶ھ میں وفات پائی۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا قسط ۲ طبع لاہور)

[3] یحییٰ بن معین ۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ تنقید روایات اور احوال رجال کی معرفۃ میں امام تھے۔

[4] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ کی تصنیف ہے۔ ترمذی امام بخاری کے سب سے مشہور تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں ۲۷۹ھ میں وفات پائی۔

علامہ ابن قطان[1] فرماتے ہیں:

ہو عندی صحیح (عقود الجواہر[2] ص۵۸ طبع کراچی)

علامہ محدث الماردینی[3] علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

والحاصل ان رجال ہذا الحدیث علی شرط مسلم۔

(الجوہر النقی علی السنن الکبریٰ ص۸۵ جلد۲ طبع بیروت)

---

[1] یحییٰ بن سعید القطان، حدیث کے امام، حافظ، ثقہ، متقن، قدوہ تھے۔ امام مالکؒ وابن عیینہ اور شعبہ سے حدیث کو سنا۔ اور آپ سے امام احمد وابن المدینی اور ابن معین نے روایت کی۔ ۲۰ سال تک ہر روز قرآن کریم کا ختم کیا۔ آپ سے صحاح ستہ والوں نے تخریج کی۔ ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔

[2] سید محمد مرتضیٰ ابن محمد بن محمد زبیدی کی تصنیف ہے۔ ۱۱۴۵ھ میں بلگرام (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ زبید، مصر، وحجاز وغیرہ کے تقریباً ایک سو مشائخ وعلماء سے کسب کمالات کیا۔ اور بہت سی تصانیف یادگار چھوڑیں۔ آخری عمر میں اپنی حویلی ہی میں معتکف ہو گئے ۱۲۰۵ھ میں وصال فرمایا۔

[3] علی بن عثمان بن ابراہیم ماردینی، علاؤالدین لقب تھا۔ ابن ترکمانی سے مشہور تھے۔ فقہ واصول میں امام عالم، شیخ کامل، محقق، مدقق اور فنون عقلیہ ونقلیہ میں ماہر متبحر اور حدیث وتفسیر میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مدت تک مصر کے قاضی رہے۔ بہجۃ الاعاریب، کتاب الضعفاء، جواہر النقی، مختصر علوم الحدیث وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ اس کے علاوہ ہدایہ کو بھی مختصر کیا، پھر اسکی شرح کرنی شروع کی، مگر عمر نے وفا نہ کی، ۷۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔ اس کے بعد ان کے بیٹے عبد اللہ بن علی نے اس شرح کو مکمل کیا۔ صاحب جواہر مضیہ لکھتے ہیں کہ میں نے ان سے ایک پارہ ہدایہ کا پڑھا۔ اور حدیث میں آپ کی ملازمت کی۔ سیوطی نے آپ کی ولادت ۶۸۳ھ اور وفات ۷۴۵ھ قرار دی ہے۔

دلیل ۴

عن البراء بن عازب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ ثم لا یرفعھما حتی یفرغ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ[1] ص ۲۳۶ جلد اول طبع کراچی)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور پھر نماز سے فارغ ہونے تک رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

عن البراء بن عازب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر رفع یدیہ حتی تری ابھامیہ قریبا من اذنیہ ثم لا یعود فی تلک الصلوٰۃ۔

(مصنف عبدالرزاق[2] ص ۷۱ جلد دوم)

---

[1] یہ ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ کی تصنیف ہے۔ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ قاضی شریک، ابو الاحوص، عبداللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ اور جریر بن عبدالحمید اور ان کے ہمعصروں سے علم حدیث حاصل کیا۔ ابو زرعہ، بخاری، مسلم، ابو داؤد، ابن ماجہ اور بہت سے دوسرے عالموں نے ان سے استفادہ کیا۔ سنہ ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔

[2] یہ ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع کی تصنیف ہے۔ عبداللہ بن عمر بن حفص عمری سے بہت کم اور ابن جریج، امام اوزاعی اور ثوری سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور یحیٰ بن معین ان کے شاگرد ہیں۔ حافظ ابن حجر رح فرماتے ہیں محدث عبدالرزاق ثقہ، حافظ، مصنف شہیر ہیں۔ (تقریب التہذیب ص ۳۲۲) محدث زرقانی رح فرماتے ہیں عبدالرزاق احد الاعلام (شرح مواہب ص ۴۶) مصنف عبدالرزاق کی اکثر احادیث ثلاثی ہیں۔ سنہ ۲۱۱ھ میں رحلت فرمائی۔

دلیل ۵

عن الاسود قال صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی شیء من صلوٰتہ الا حین افتتح الصلوٰۃ قال عبد الملک ورایت الشعبی وابراھیم وابا اسحاق لا یرفعون ایدیھم الا حین یفتتحون الصلوٰۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳۷ جلد اول)

حضرت اسود[1] تابعی علیہ الرحمۃ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی پس آپ نے نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کیا مگر نماز کے شروع کرتے وقت اور فرمایا عبدالملک نے کہ میں نے حضرت شعبی[2]، حضرت ابراہیم[3] اور ابو اسحاق[4] کو دیکھا کہ وہ سوائے نماز شروع کے کہیں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

---

[1] اسود بن ہلال محاربی مشہور تابعی ہیں۔ عمرو بن معاذ، اور عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں اور ان سے بہت سے لوگوں نے روایت کی۔ سنہ ۸۴ھ میں انتقال فرمایا۔

[2] شعبی: یہ عامر بن شرحبیل مشہور کوفی تابعی ہیں۔ دورِ فاروقی میں پیدا ہوئے۔ بہت سے صحابہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ سنہ ۱۰۴ھ میں وفات پائی۔

[3] حضرت ابراہیم نخعی کوفہ کے ممتاز ترین تابعین میں سے تھے۔ آپ کو حدیث و فقہ میں بڑا کمال حاصل تھا۔ سنہ ۹۶ھ میں وصال فرمایا۔

[4] ابو اسحاق عبداللہ ابن ابی یعلیٰ مشہور تابعی ہیں۔ شعبی، نخعی، اور بہت سے تابعین سے روایت کرتے ہیں۔ شعبہ، سفیان، جریر و ابن عیینہ اور بہت سے محدثین نے ان سے روایت کی ہے۔ سنہ ۱۲۷ھ یا سنہ ۱۲۹ھ میں وصال ہوا۔ ع عمر بن خطابؓ دوسرے خلیفہ راشد نہایت بہادر منتظم مدبر اور عادل تھے۔ بہت سے ممالک فتح کئے۔ بصرہ اور کوفہ دو اہم شہر آباد کئے۔ غلام ابو لؤلؤ کے ہاتھ سے سنہ ۲۳ھ میں شہید ہوئے۔

دلیل ۶ حدثنا وکیع عن ابی بکر بن عبد اللہ بن قطاف النھشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیا کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ من الصلوۃ ثم لا یرفع بعدہ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ص ۲۳۶ جلد اول)

عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے

صاحب عمدۃ القاری[1] علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حدیث عاصم بن کلیب صحیح علی شرط مسلم۔

(عمدۃ القاری ص ۲۷۴ جلد ۵ طبع بیروت)

امام زیلعی[2] علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وہو اثر صحیح (نصب الرایہ ص ۲۱۱ جلد اول)

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

---

[1] محمود بن احمد بن موسیٰ کی تصنیف ہے بدر الدین لقب اور قاضی القضاۃ خطاب تھا۔ امام فاضل، محدث کامل، فقیہ بے عدیل، تھے۔ ۷۶۲ھ کو مصر میں پیدا ہوئے۔ فقہ جمال یوسف اور علامہ سیرانی سے حاصل کی۔ حدیث کو شیخ زین الدین عراقی، شیخ تقی الدین سے سنا ۸۵۵ھ میں وفات پائی۔ بہت سی مفید تصانیف یادگار چھوڑیں۔

[2] امام زیلعی: عبد اللہ بن یوسف بن محمد زیلعی، جمال الدین لقب تھا۔ علمائے اعلام میں سے فقیہ کامل، محدث حافظ، محقق و مدقق تھے۔ حدیث کو اصحاب نجیب سے سماعت کیا۔ اور فخر الدین زیلعی، علاء بن ترکمانی اور ابن عقیل سے اخذ کیا۔ ۷۶۲ھ میں وفات پائی۔

رجالہ ثقات یعنی اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(درایہ علی الہدایۃ[2] ص ۹۶ جلد اول طبع انڈیا)

دلیل ۷ عن علقمہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر[1] وعمر فلم یرفعوا ایدیھم الا عند افتتاح الصلوۃ۔

(بیہقی ص ۷۹ جلد دوم طبع بیروت)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے نماز پڑھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ پس وہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ مگر نماز شروع میں تکبیر اولیٰ کے وقت۔

محدث ماردینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ شاہد جید

(جواہر النقی مع السنن الکبریٰ ص ۷۸ ج ۲)

دلیل ۸ عن ابی اسحاق قال کان اصحاب عبد اللہ (ھو ابن مسعود) واصحاب علی[1] لا یرفعون ایدیھم الا فی افتتاح الصلوۃ قال وکیع ثم لا یعودون۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳۶ جلد اول)

---

[1] علی بن ابی طالب امیر المومنین چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ فصاحت، بلاغت، شجاعت، تقویٰ میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ کے فضائل بیان کرنے کے لیے پوری ایک کتاب درکار ہے۔ ابن ملجم خارجی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ ۴۰ھ

[2] یہ صاحب فتح الباری شرح بخاری علامہ حافظ ابن حجر رح کی تصنیف ہے۔

یعنی عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علی رضؓ کے اصحاب (ساتھی) اور شاگرد نماز میں سوائے تکبیر اولیٰ کے کسی جگہ ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔"

دلیل ۹ حدثنا ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد قال ما رأیت ابن عمرؓ یرفع یدیه الا فی اول یفتتح۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۳۷ جلد اول)

حضرت مجاہد[1] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر[2] رضؓ کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا مگر نماز کے شروع میں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

ہو من رجال مسلم (عمدۃ القاری ص۲۷۳ جلد ۵ بیروت)

محدثِ ماردینی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

وہذا سند صحیح (الجوہر النقی ص۷۴ جلد دوم)

محدثِ سورتی[3] علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

فہذا سند "صحیح" (التعلیق المجلیٰ ص۳۴۶ طبع لاہور)

---

[1] حضرت مجاہد بن جبیر مشہور تابعی ہیں۔ آپ نے حضرت عائشہؓ، ابن عباسؓ اور ابو ہریرہ رضؓ وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی۔ اور قرآن کریم کی تفسیر تین بار حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے پڑھی، ۱۰ برس تک حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کی خدمت میں رہے۔ سنہ ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔ (تاریخ فقہ، نصب الرایہ)

[2] حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ کے صاحبزادے ہیں۔ اپنے والد گرامی کے ساتھ مکہ مکرمہ میں بچپن میں ہی ایمان لے آئے تھے۔ غزوہ خندق اور دوسرے غزوات میں شریک ہوئے۔ بڑے عالم زاہد متقی اور پرہیزگار تھے۔ ۷۳ھ میں وصال ہوا۔

[3] م ۱۳۳۴ھ

دلیل ۱۰ روی عن ابن عباس انه قال العشرة الذین شهد لهم رسول الله صلی الله علیه وسلم بالجنة ما کانوا یرفعون ایدیهم الا فی افتتاح الصلوٰة۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری ج۵ ص۲۷۲ بیروت)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضؓ صرف اور صرف تکبیرِ اولیٰ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اس کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

دلیل ۱۱ ان عبداللہ بن الزبیر[1] رأی رجلا یرفع یدیه فی الصلوٰة عند الرکوع وعند رأسه من الرکوع فقال له لا تفعل فانه هذا شئ فعله رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم ترکه۔

(عمدۃ القاری ص۲۷۳ جلد ۵ بیروت)

الدرایۃ علی الہدایۃ ص۹۷ طبع انڈیا

شرح سفر السعادت ص۶۶ طبع سکھر

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا پس منع کیا انہوں نے رفع یدین سے کہ وہ ایک فعل تھا کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کرنے کے چھوڑ دیا۔

---

[1] مشہور صحابی رسول ہیں، ہجرت کے بعد مدینہ میں پیدا ہوئے۔ یزید کی وفات کے بعد خلافت کا دعویٰ کیا۔ تقریباً تمام اسلامی ممالک پر حاوی ہو گئے۔ حجاج بن یوسف کے ہاتھوں سنہ ۷۳ھ میں شہید ہوئے۔

دلیل ۱۲

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

قال لا ترفع الایدی فی سبعة مواطن اذا قام الی الصلوٰة واذا رأی البیت وعلی الصفا والمروة وفی جمع فی عرفات وعند الجمار۔

(مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۳۷ طبع کراچی)

سات مقامات پر ہاتھ اٹھائے جائیں (رفع یدین کیا جائے) ۱ جب نماز کے لئے کھڑا ہو۔ ۲ اور جب بیت اللہ کو دیکھے۔ ۳ کوہ صفا پر ۴ اور کوہ مروہ پر ۵ مزدلفہ ۶ عرفات ۷ جمرات کے پاس"

یہ حدیث حسن ہے۔

(معارف السنن ص ۴۴۵ جلد ۲)

معلوم ہوا اگر نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین ہوتا تو ضرور اسے بھی بیان کر دیا جاتا۔

قارئین کرام!

ہم نے اوراق گذشتہ میں اپنے دعویٰ پر کہ "تکبیر تحریمہ" کے علاوہ نماز میں رفع یدین کرنا منسوخ ہے (یعنی سنت باقیہ نہیں) قرآن وسنت، آثار صحابہ وتابعین سے مندرجہ ذیل معتبر ومستند کتب احادیث سے بارہ دلیلیں پیش کی ہیں۔

۱ مسلم : امام مسلم بن الحجاج (م ۲۰۴ھ)
۲ بیہقی : ابوبکر احمد بن حسین (م ۴۵۸ھ)
۳ ترمذی : ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ)
۴ ابوداؤد : سلیمان بن الاشعث (م ۲۷۵ھ)

۵ نسائی : ابوبکر محمد بن معاویہ (م ۳۰۳ھ)
۶ مصنف عبدالرزاق : ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام (م ۲۱۱ھ)
۷ مصنف ابن ابی شیبہ : ابوبکر عبداللہ بن محمد (م ۲۳۵ھ)
۸ عمدہ القاری : ابی محمد محمود بن احمد (م ۸۵۵ھ)

جن سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ درج ذیل کبار صحابہ کرام اور اجلہ تابعین رفع یدین کی منسوخیت کے قائل وعامل تھے۔

۱ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (م ۱۳ھ)
۲ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (م ۲۳ھ)
۳ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (م ۳۵ھ)
۴ حضرت علی کرم اللہ (م ۴۰ھ) اور ان کے ساتھی
۵ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (م ۳۲ھ) اور ان کے ساتھی
۶ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (م ۷۳ھ)
۷ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (م ۶۸ھ)
۸ حضرت عبداللہ بن زبیر (م ۷۳ھ)
۹ البراء بن عازب (مصعب بن زبیر کے زمانہ میں کوفہ میں انتقال ہوا۔
۱۰ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ (م ۷۴ھ)
۱۱ حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ساتھی۔
۱۲ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ (م ۳۰ھ)
۱۳ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ (م ۳۶ھ)
۱۴ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (م ۳۲ھ)
۱۵ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (م ۵۵ھ)
۱۶ سعید بن زید رضی اللہ عنہ (م ۵۱ھ)

۱۷ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ (م سنہ ۱۸ھ)

نمبر ۱ تا ۴ ، ۴ } ۱۰ (عشرہ مبشرہ صحابہ کرام)
نمبر ۱۲ تا ۱۷ ، ۶

۱۸ حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ (م سنہ ۱۰۳ھ)

۱۹ حضرت الاسود رحمۃ اللہ علیہ (م سنہ ۸۴ھ)

۲۰ حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ (م سنہ ۶۲ھ)

۲۱ عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ

۲۲ ابی اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (م سنہ ۱۲۱ھ)

۲۳ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (م سنہ ۹۶ھ)

۲۴ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ (م سنہ ۱۰۴ھ)

امیر شکیب ارسلان نے اپنی کتاب حسن المساعی کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی پیروی ہے۔ یعنی سارے ترک اور بلقان، روس کے مسلمان، افغانستان کے مسلمان، ہندوستان، چین کے، عرب کے اکثر مسلمان جو شام اور عراق میں رہتے ہیں۔ فقہ حنفی مسلک رکھتے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام مختصر (لیڈن، جرمنی) سنہ ۱۹۱۱ء کے مطابق دنیا بھر میں زیدیہ مکتب فکر کی تعداد تیس لاکھ ہے۔ اثناء عشریہ تقریباً ایک کروڑ سینتیس لاکھ ہے۔ اور اہل سنت میں امام احمد بن حنبلؒ کے مقلدین تقریباً تیس لاکھ، امام مالکؒ کے مقلدین چار کروڑ سے زائد پائے جاتے ہیں۔ امام شافعی رحؒ کے مقلدین تقریباً دس کروڑ اور امام ابو حنیفہ کے مقلدین تقریباً ۳۴ کروڑ سے زائد پائے جاتے ہیں۔ گویا عالم اسلام کا سواد اعظم امام ابو حنیفہ رح کی تحقیقات پر عمل کرتا ہے۔

(امام اعظم ابو حنیفہ رح کے حیرت انگیز واقعات از عبدالقیوم حقانی
مطبوعہ پشاور ۱۹۸۸ء ص ۴۵)

۲۵ خثیمہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی[۱]

۲۶ حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ

۲۷ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ[۲]

ف: یہ تینوں اجلّہ تابعین کرام بھی ترکِ رفع یدین کے قائل تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳۶ بیروت)

فرامین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

• رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے بعد ان دو شخصوں یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا۔ (ترمذی)

• حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے رفیق ہوتا ہے اور میرے لیے میرا رفیق جنت میں عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

• نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے طریقہ اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو۔ (ابن ماجہ)

• حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اے اللہ! ابن عباسؓ کو کتاب و حکمت سکھا دے۔ (تاریخ تفسیر)

• رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر امیر بنانا چاہتا تو عبداللہ بن مسعود رضؓ کو بناتا۔ (مسند امام احمدؒ)

[۱] مشہور تابعی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث کو سنا اور ان سے اعمش، منصور اور عروہ بن مرۃ نے روایت حدیث کی ہے۔

[۲] کوفہ کے جلیل القدر تابعی ہیں۔ اپنے والد اور صحابہ کرام سے سماع کیا اور ان سے امام شعبی، مجاہد اور ابن سیرین اور ان کے سوا بہت سے لوگوں نے سماع کیا۔

اب ذرا مولوی حکیم محمد صادق سیالکوٹی غیر مقلد کا بیان پڑھیے :-

"ہر مسلمان رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے"

(صلوٰۃ الرسول ص۲۴۳ طبع لاہور)

توکیا ——— ؟

ان صحابہ کرام اور تابعین عظام کی نمازیں رائیگاں گئیں۔

یا مقبول و منظور ہوئیں ——— جواب دو ———

(ان شاء اللہ) قیامت تک معقول جواب نہ دے سکو گے۔
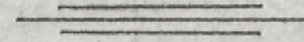
باب دوم

باب اول میں پیش کردہ دلائل و براہین پر علماء غیر مقلدین کے اعتراضات کا

علمی و تحقیقی جائزہ

اعتراض ۱

آپ نے دلیل ۲ کے طور پر جو حدیث الصحیح المسلم سے پیش کی ہے وہ حدیث نماز میں رفعیدین سے منع کرنے کے لیے نہیں بلکہ سلام کے وقت صحابہ کرام جو اشارہ کرتے تھے اس سے ممانعت کے لیے ہے۔ لہٰذا یہ حدیث مبارکہ رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

جواب

۱ سلام کے وقت ہاتھ سے اشارہ ہوتا ہے رفعیدین نہیں ہوتا تھا۔ اشارہ اور رفعیدین میں واضح فرق ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ لوگوں کو اشارہ اور رفعیدین میں فرق کیوں نظر نہیں آتا۔ اردو کی معتبر اور مستند لغات ملاحظہ ہوں:

رفع یدین : دونوں ہاتھ نماز میں کانوں تک اٹھانا۔

(فرہنگ عامرہ ص۲۹۳ طبع اسلام آباد)

اشارہ : ہاتھ، آنکھ وغیرہ سے کوئی بات ظاہر کرنا۔

(اردو لغت : مرزا مقبول بیگ ص۳۱ طبع لاہور)

اور حدیث مسلم میں یہ بات واضح طور سے منقول ہے: مالی اراکم رافعو ایدیکم

فی الصلوٰۃ" کہ مجھے کیا ہے کہ میں تمہیں نماز میں رفعیدین کرتے دیکھ رہا ہوں"۔
تو فرمائیے: کہ حدیث میں وہ کون سے الفاظ ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ سے منع کیا تھا؟ اشارہ سے منع کی دوسری مستقل
حدیث ہے آپ اس حدیث کو اُس کے ساتھ کیوں ملحق کرتے ہیں۔

مگر اگر آپ پھر بھی بضد ہیں کہ نہیں جناب! دونوں حدیثیں ایک ہیں تو سوال یہ ہے
کہ صحابہ کرام سلام کے وقت ہاتھوں سے اشارہ نماز کے اندر کرتے تھے یا باہر—؟
اگر کہو نماز کے اندر اشارہ کرتے تھے تو یہ تم صحابہ کرام پر تہمت لگا رہے ہو کہ وہ پاکباز
ہستیاں نماز میں خشوع وخضوع کے خلاف عمل کرتی تھیں۔

محترم! غور کیجیے کہیں آپ کی ضد صحابہ کرام پر طرح طرح کے الزامات کا سبب
تو نہیں بنے گی۔ لہٰذا اِسے چھوڑیئے — معمولی غور و فکر سے عیاں ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرام
اُس وقت کی عادت کے مطابق جب لفظِ سلام کہتے ہوئے چہرے پھیرتے تھے تو اُس وقت
ہاتھ سے اشارہ بھی کر دیتے تھے۔ یعنی نماز لفظ سلام پر ختم ہو جاتی تھی، اِس کے بعد
جب وہ دائیں بائیں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے تو ہاتھ سے اشارہ بھی کر دیتے
تھے۔ تو یہ سارا عمل نماز کے ختم ہونے کے بعد ہوتا تھا۔ نماز کے اندر نہیں۔ اور جب
یہ بات اس طرح ہے تو حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیے: کہ

"مجھے کیا ہے کہ میں تمہیں نماز کے اندر رفعیدین کرتا ہوا دیکھ رہا ہوں"۔

اور اس کے بعد یہ الفاظ ہیں:

"اسکنوا فی الصلوٰۃ۔" نماز میں سکون کرو"۔

اسی لیے حضرت امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو "باب الخشوع فی الصلوٰۃ"[1]
میں نقل فرمایا ہے۔

محترم: اشارہ تو تھا ہی نماز کے باہر، پھر نماز میں کے الفاظ حدیث میں کیوں

[1] بیہقی صفحہ ۲۸ جلد دوم طبع بیروت۔

وارد ہوئے ہیں"؟

اب یا تو اِس سوال کا جواب دو —— یا پھر —— مان لو کہ نبی محترم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری پیش کردہ حدیث کے مطابق نماز کے اندر رکوع والے رفعیدین
سے منع فرمایا تھا۔

لہٰذا آپ کا اعتراض بالکل لغو ہے۔ آپ خواہ مخواہ دو احادیث کو ایک
کر کے اپنا مطلب نکال رہے ہیں۔ ہماری دلیل ایک ایسی قوی و محکم دلیل جس کا آپ کے
پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اور ہمارے مؤقف کے لیے کافی و وافی ہے۔

اعتراض ۲

آپ نے دلیل ۳ کے تحت جامع ترمذی کی جس حدیث کا ذکر کیا ہے اُس کی سند
اس طرح ہے:

حدثنا هناد نا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن
عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله
ابن مسعود الا اصلی بکم الخ اس سلسلہ روایت میں عاصم بن
کلیب ناقابل اعتماد ہیں ان پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث
دلیل نہیں بن سکتی۔

جواب

حیرانی کی بات ہے کہ جناب عاصم بن کلیب پر غیر مقلدین حضرات کو محدثین کرام کا
کلام کرنا تو نظر آگیا اور اپنے خلاف حدیث دیکھ کر اس کی عظمت و رفعت اور اس پر
عمل کرنا بھول گئے۔ اور اس بات کے متلاشی ہوئے کہ کوئی اعتراض ملے اور فوراً الزام
لگا کر حدیث مبارکہ کو ناقابل عمل قرار دیا جائے۔

عاصم بن کلیب کے بارے میں محدثین و محققین کرام کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

● —— امام ابن معین فرماتے ہیں: عاصم بن کلیب ثقۃ"۔ یعنی عاصم بن کلیب؟

ثقہ ہیں۔ (زیلعی جلد اول صـ ۲۰۷)

• — امام نسائی فرماتے ہیں، ہُوَ ثِقَۃٌ: عاصم بن کلیب ثقہ ہے۔

• — عاصم بن کلیب سے حضرت شعبہ روایت کرتے ہیں جن کے بارے میں معروف ومشہور ہے کہ وہ سوائے ثقہ کے کسی سے روایت نہیں کرتے تھے۔

• — ابوحاتم ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ہُوَ صَالِحٌ: یعنی عاصم بن کلیب صالح شخص ہیں۔

• — آجری امام ابوداؤد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ: کان من العباد وذکر فضلہ: یعنی عاصم بن کلیب عابدین میں سے تھے اور پھر امام ابوداؤد نے انکی بڑی فضیلت بیان کی۔

• — ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے۔

• — ابن شاہین نے انہیں ثقات میں گنا ہے۔

• — احمد بن صالح نے فرمایا کہ وہ کوفہ کے ثقہ لوگوں میں سے ہیں

• — ابن سعد فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے اور ان سے حجت پکڑی جاتی ہے۔

• — حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ثقۃ من الثالثۃ:

{ • — تہذیب التہذیب جلد ۵ صـ ۵۵، ۵۶، از حافظ ابن حجر عسقلانی رح
• — تقریب التہذیب صـ ۱۹۹ از حافظ ابن حجر رح }

• — صاحب تذکرۃ القاری فرماتے ہیں:

عاصم بن کلیب بن شہاب صدوق ہے اور ثقہ کہا امام ابن معین نے اور امام نسائی نے اور روایت کی اس سے امام مسلم نے صحیح اور اصحاب سنن الاربعہ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد) نے اور اس سے معلق روایت بیان کی امام بخاری نے صحیح بخاری میں"

{ کشف الرین محدث محمد ہاشم بن عبد الغفور رح
صـ ۵۳ (م ۱۱۷۴ھ) }

اب میں غیر مقلدین سے سوال کرتا ہوں کہ اگر عاصم بن کلیب آپ کے نزدیک قابلِ اعتماد نہیں ہیں تو ———— !

امام ترمذی نے یہ حدیث کیوں نقل فرمائی اور نہ صرف نقل فرمائی بلکہ اسے حدیث حسن[1] بھی قرار دیا۔

عاصم بن کلیب "مسلم" کے راویوں میں سے ہیں۔ امام مسلم علیہ الرحمۃ نے اس سے حدیث عن علی (رضی اللہ عنہ) روایت کی ہے۔ اور امام مسلم فرماتے ہیں:-

کہ وہ اپنی صحیح مسلم میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے جس کو کم از کم دو[2] ثقہ تابعین نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہو۔ اور یہی شرط تمام طبقات تابعین اور تبع تابعین میں ملحوظ رکھی ہے۔ (بستان المحدثین از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صـ ۱۷۶)

نیز فرماتے ہیں:-

"کہ ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح تھی اس کو میں نے یہاں درج نہیں کیا میں نے تو صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر شیوخ وقت کا اجماع[2] ہے۔" (ظفر المحصلین صـ ۱۲۰)

---

[1] وروینا عن ابی عیسیٰ الترمذی رضی اللہ عنہ انہ یرید بالحسن ان لایکون فی اسنادہ من یتہم بالکذب ولایکون حدیثاً شاذاً ا ویروی من غیر وجہ نحو ذلک"۔ (مقدمہ ابن الصلاح صـ ۱۵)

امام ترمذی رح فرماتے ہیں کہ جس حدیث کی سند میں کوئی ایسا راوی نہ ہو جو متہم الکذب ہو اور نہ ہی وہ حدیث شاذ کسی سندوں سے مروی ہو تو وہ حدیث حسن ہوگی۔

[2] علامہ بلقینی رح اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، عثمان بن ابی شیبہ اور سعید بن منصور خراسانی ان چار ائمہ کا نام گنا کر لکھا ہے کہ امام مسلم رح کی مراد ان چار حضرات کا اجماع ہے۔ (ظفر المحصلین فی احوال المصنفین صـ ۱۲۰) ع امام ترمذی رحمہ اللہ

(بقیہ صفحہ آئندہ)

• — حافظ ذہبی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

امام مسلم کو علل میں غلطی بہت ہی کم ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے صرف مسند حدیثیں لکھی ہیں مقطوع اور مرسل روایات نہیں لکھی ہیں۔"

(تذکرۃ الحفاظ ترجمہ امام مسلم رحمہ)

• — مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن[1] خان لکھتے ہیں:

"امام مسلم نے اپنی صحیح میں علم حدیث کے عجائبات کا خزانہ فراہم کیا ہے۔ خصوصاً احادیث کی سندوں اور متون میں ایک بے مثال علمی نمونہ ہے اسی بنا پر صحیح حدیث کو ضعیف حدیث سے ممتاز کرنے میں امام بخاری کی کتاب کے مقابلے میں امام مسلم کی کتاب کو شرف تقدم ہے۔ امام بخاری اہلِ شام کے بارے میں غلطیاں کرتے ہیں کیونکہ وہ ایک شخص کو ایک جگہ، کنیت سے اور دوسری جگہ نام سے ذکر کرتے اور اس طرح ایک ہی شخص کو دو شخص سمجھ لیتے ہیں۔ .... برخلاف امام مسلم کے کہ وہ کسی مقام پر ایسی غلطی کا شکار نہیں ہوتے۔ (الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ صد ۱۲۲)

---

[1] نواب صدیق حسن خاں قنوجی ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب والدِ گرامی اور دوسرے جید علمائے وقت سے پڑھیں اور پھر دہلی جا کر مفتی صدرالدین حنفیؒ سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ شیخ زید العابدین، محدث عبدالحق بنارسی، سید نعمان آلوسی، شیخ حسین عرب اور مولانا یعقوب دہلوی سے علم حدیث حاصل کیا۔ بہت سی مفید تصانیف یادگار چھوڑیں۔ ۱۳۰۷ھ میں وفات پائی۔

بقیہ حاشیہ صد سابقہ: ان تمام حدیثوں کو جن کی پشت پر صحابہ و تابعین کی علمی تائید ہو حسن کہتے ہیں۔ ...... اور اگر احادیث کو عملی تائید حاصل نہ ہو تو امام ترمذی علیہ الرحمۃ حسن نہیں کہتے چاہے وہ احادیث صحیح ہوں۔

(امام اعظم اور علم الحدیث صد ۴۷۸)

محترم!

آپ تو کہتے تھکتے نہیں کہ حدیث صحاح ستہ میں سے دکھاؤ، جب ہم آپ کا مطالبہ پورا کر دیتے ہیں تو نہیں راویانِ صحاح ستہ میں عیوب نقائص نظر آنے لگتے ہیں۔

امام مسلم اور امام ترمذی کے رجال پر مختصر اور جامع تبصرہ کر دیا ہے۔ خالق کائنات غور و فکر اور ہدایتِ کاملہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اعتراض ۳

ہم نے مان لیا کہ عاصم بن کلیب قابلِ اعتماد ہیں لیکن اس کے باوجود یہ حدیث حجت اور دلیل نہیں بن سکتی اسلئے کہ اس حدیث کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسود ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ "عن علقمہ" یعنی علقمہ سے روایت کر رہے ہیں حالانکہ انہوں نے علقمہ سے سماعت نہیں کی۔ جیسا کہ ابن المنذری نے کہا ہے کہ وقال غیر ابن المبارک لم یسمع عبد الرحمن عن علقمہ" یعنی عبداللہ بن مبارک کے علاوہ ایک شخص نے کہا ہے کہ عبدالرحمٰن نے علقمہ سے سماعت نہیں کی۔ لہٰذا یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی؟

جواب

مجھے آپ کا یہ اعتراض پڑھ کر انتہائی حیرانی ہوئی ہے کہ تم نہ مانو تو بڑے بڑے اجلہ صحابہ کرام و تابعین اور امام ابوحنیفہ جیسے علماء امت کے فرامین جو سراسر قرآن و حدیث کا نچوڑ ہیں نہ مانو، مگر ماننے پر آؤ تو "غیر ابن المبارک" مجہول شخص کا اعتراض مان لو۔ اس لیے کہ اس میں تمہاری تائید ہوتی ہے۔

کیا آپ کو مندرجہ ذیل حقائق نظر نہیں آتے؟

(۱) ابن المنذری کہتے ہیں کہ ابن المبارک کے علاوہ کسی شخص نے کہا ہے کہ:

"عبدالرحمٰن نے علقمہ سے نہیں سُنا" میں عرض کرتا ہوں کہ وہ ایک مجہول شخص ہے جو یہ بات کر رہا ہے. جس کا پتہ ابن المنذری کو بھی نہیں ہے ورنہ وہ اُس کا ذکر کر دیتے۔ تو سوال یہ ہے کہ ایک مجہول و نامعلوم شخص کی جرح سے آپ یہ بات تسلیم کرلیں گے؟

۲۔ اور اگر وہ قائل مجہول نہیں ہے تو اُس کا کہیں سے نام ڈھونڈ کر لائیے تاکہ پتہ چلے کہ وہ علمِ حدیث میں اور فنِ رجال میں کس حیثیت کا مالک ہے. جلیل القدر محدثین کرام تو فرما گئے کہ: قد تتبعت ھذا القائل فلم اجدہٗ کہ بڑی تتبع و تلاش کی ہے اس قائل کی مگر کہیں اس کا نام ونشان نہیں ملتا۔"

۳۔ ابن حبان کہتے ہیں: انہٗ من الثقات وانہ مات سنۃ تسع وتسعین وکان سنہ سن ابراہیم النخعی"

کہ عبدالرحمٰن بن الاسود کی وفات ۹۶ھ میں ہوئی اور یہی سنِ وفات حضرت ابراہیم نخعی کا ہے" تو یہ اسی سنِ وفات سے پہلے مشہور فقیہ علقمہ سے روایت کر سکتے ہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ عبدالرحمٰن بن اسود کے لیے کونسا مانع تھا کہ جس کی وجہ سے وہ علقمہ سے سماعت نہیں کر سکے؟

۴۔ ابن ابی حاتم نے ان کا ذکر کتاب جرح وتعدیل میں کیا ہے. اور فرمایا ہے کہ عبدالرحمٰن ابن الاسود دخل علی عائشہ رضی اللہ عنہا وھو صغیر" ولم یسمع منہا وروی عن ابیہ وعلقمہ" یعنی عبدالرحمٰن بن اسود زمانہ بچپن میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر اُن سے سمع نہیں کیا جبکہ وہ اپنے باپ اسود سے اور علقمہ سے روایت کرتے ہیں.

دیکھئے ابن ابی حاتم نے جرح والتعدیل میں عبدالرحمٰن بن اسود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنے باپ اور علقمہ سے روایت کرتے ہیں مگر اس پر جرح نہیں کی نہ ہی اس کا انکار کیا تو پتہ چلا کہ ابن ابی حاتم کے نزدیک عبدالرحمٰن بن اسود کا علقمہ سے سماع ثابت ہے ورنہ وہ اس پر جرح کرتے۔

۵۔ حافظ ابوبکر الخطیب[1] نے اپنی کتاب "المتفق والمفترق میں تصریح کی ہے کہ عبدالرحمٰن ہذا انہ سمع اباہ وعلقمہ" یعنی عبدالرحمٰن نے اپنے باپ اسود اور علقمہ سے سماعت کی ہے۔

۶۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عبدالرحمٰن کے والد اسود کے عقیدتمندانہ مراسم تھے اس سلسلہ میں ان کو بھی حضرت عائشہ رضہ کی خدمت میں حاضری کا اتفاق رہا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ جب تک میں نابالغ تھا حضرت عائشہ کی خدمت میں بغیر حصول اجازت چلا جاتا اور بلوغ کے بعد اجازت لینے لگا"

(طبقات ابن سعد جلد ۶)

● — علامہ شاہ معین الدین ندوی علامہ ابن حجر رح کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"اس آمدورفت کی وجہ سے ان کو بھی حضرت عائشہ رضہ سے استفادہ کا موقع ملا تھا۔ چنانچہ حدیث میں انہوں نے عائشہ رضہ انس بن مالک، عبداللہ ابن زبیر رضہ اور اپنے والد (اسود) اور والد کے چچا علقمہ بن قیس رح سے فیض اٹھایا"

● — تہذیب التہذیب جلد ۲

● — تابعین ص ۲۵۳ طبع انڈیا

مزید تفصیل کے لیے زیلعی جلد اول ملاحظہ فرمائیں۔

محترم المقام!

اب بھی کوئی مجال انکار ہے؟ اگر ہے تو ارشاد فرمائیے ورنہ حدیث ترمذی کو تسلیم کیجیے۔

---

[1] آپ کا نام احمد بن علی بن ثابت ہے۔ سنہ ۳۹۲ھ میں پیدا ہوئے۔ بصرہ۔ کوفہ۔ نیشاپور اصفہان، دینور، ہمدان، رے اور حجاز کا تحصیل علم کے لیے سفر کیا۔ مفید تصانیف، یادگار چھوڑیں۔ سنہ ۴۶۳ھ میں بغداد (عراق) میں وفات ہوئی۔

اعتراض ۴

آپ نے امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے حضرت براء بن عازب کی حدیث ذکر کی ہے۔ متن تو بڑے زور سے ذکر کر دیا مگر امام ابوداؤد کا وہ جملہ نقل نہیں کیا جس سے آپ کے مسلک پر زد پڑتی تھی، حالانکہ اس حدیث مبارکہ کے آخر میں ہے:

ھذا الحدیث لیس بصحیح۔" یعنی یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔"

لیکن آپ اس حدیث کو دلیل بنائے بیٹھے ہیں؟

جواب

۱۔ کاش کہ آپ اپنے آپکو اہلحدیث[۱] منوانے سے پہلے کچھ علم حدیث سیکھ لیتے۔ پھر احادیث پر بات کرتے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے یہ لازم نہیں کہ یہ حدیث ضعیف یا موضوع ہے۔ کہ اس سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ حدیث صحیح اور ضعیف کے درمیان حسن بنفسہ اور حسن لغیرہ کے مراتب موجود ہیں۔ امام ابوداؤد کے صحیح نہ کہنے سے یہ کیسے لازم آگیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے لہٰذا قابل اعتماد وعمل نہیں؟

۲۔ • ــــ صاحب بذل المجہود لکھتے ہیں:

"فان نفی الصحۃ لا یستلزم الضعیف بل یکون حسناً"

(بذل المجہود فی حل ابی داؤد ص۲۱ طبع ملتان)

ابوداؤد کا یہ کہنا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس سے یہ لازم نہیں کہ آتا کہ وہ ضعیف ہے بلکہ لازم آئے گا کہ وہ حسن ہو۔"

• ــــ حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"من نفی الصحۃ لا ینتفی الحسن"

(تخریج احادیث، اذکار امام نووی رح)

یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں۔

• ــــ ملاعلی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

لا یصح لا ینافی الحسن۔

(موضوعات کبیر از ملاعلی قاری[۱] رح ص)

یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس کے حسن ہونے کی نفی نہیں کرتا۔

•[۲] ــــ علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

امام احمد کا فرمانا یہ حدیث صحیح نہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ صحیح لذاتہ نہیں تو یہ حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہیں کرے گا۔ اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو قابل حجت ہے جیسا کہ علم حدیث میں تصریح موجود ہے۔

(صواعق محرقہ ص طبع)

•[۳] ــــ امیر ابن الحاج حلبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

امام ترمذی کا فرمانا کہ اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ صحیح نہیں، حسن اور اس کے مثل کی نفی نہیں کرتا۔

(حلیہ شرح منیہ ص)

۱۔ علی بن سلطان محمد ہروی، ہرات میں پیدا ہوئے۔ مکہ مکرمہ آکر علامہ ابن حجر مکی، ابی الحسن بکری، عبداللہ سندھی اور قطب الدین مکی سے علم پڑھا۔ مشہور زمانہ ہو کر سن ہزار کے سرے پر درجہ مجددیت کو پہنچے۔ بہت سی مفید تصانیف وتالیفات یادگار چھوڑیں سنہ ۱۰۱۴ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

۲۔ آپ کا نام شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر مکی شافعی رح ہے۔ سنہ ۸۹۹ھ میں ابو ہیتم کے محلہ میں پیدا ہوئے۔ شہاب رملی۔ شمس اللقانی۔ شمس سمہودی، شمس مشہدی، شہاب بن نجار حنبلی، شہاب بن صائغ، علامہ سیوطی اور ابوالحسین بکری وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ سنہ ۹۴۰ھ میں مع اہل وعیال مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے۔ یہاں آپکو حرمین میں مفتی کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔ سنہ ۹۷۳ھ میں وفات پائی۔

۳۔ علامہ زمان تھے۔ علوم ابن ہمام وغیرہ فضلاء سے حاصل کیے۔ سنہ ۸۷۶ھ میں وفات پائی۔

۳۔ شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

کہ ابوداؤد نے اس کا بھی التزام کیا ہے کہ وہ اپنی اس کتاب میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے، جو صحیح ہوگی یا حسن۔"

(بستان المحدثین صہ۱۸۱)

اس لیے ابوداؤد کی اس حدیث کو ضعیف کہنا سراسر باطل اور کم علمی ہے۔

۴۔ امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ نے اس حدیث پر جرح مبہم کی ہے انہوں صحیح نہ ہونے کی وجہ بیان نہیں کی۔ لہذا جرح مبہم ہے اور جرح مبہم معتبر نہیں ہوتی۔

• ۔۔ علامہ عثمان بن عبدالرحمٰن المعروف بابن الصلاح م ۶۴۲ھ فرماتے ہیں: واما الجرح فانہ لایقبل الا مفسرًا۔ (مقدمہ ابن الصلاح صہ۵۱ طبع ملتان)

• ۔۔ مشہور غیر مقلد عالم دین مولانا سلطان محمود لکھتے ہیں :

جرح قبول کرنے کے لیے دو شرطیں ہیں۔ ۱۔ جرح کرنے والا جرح کے اسباب کا عالم، دیانت دار اور منصف ہو۔ ۲۔ جرح مفسر ہو یعنی جرح کا سبب واضح کیا گیا ہو۔ جیسے کاذب، سیئ الحفظ وغیرہ۔ جس جرح میں سبب نہ بیان کیا جائے۔ اسے جرح مبہم کہتے ہیں۔ اگر یہ دونوں شرطیں یا ان میں سے ایک شرط نہ پائی جائے تو جرح مردود ہے۔"

(اصطلاحات المحدثین صہ۱۸ طبع ملتان)

مجھے آپ کے طرزِ عمل سے حیرانی ہوتی ہے کہ اہلسنت وجماعت تقلیدِ آئمہ کریں اور وہ بھی غیر منصوص احکام میں تو حرام ٹھہراتے ہو مگر امام ابوداؤد کا قول کیسے بلا چون وچرا مان لیتے ہو۔ یہاں کیا ایک شخص کا قول واجب تقلید ہوگیا۔۔۔؟ اور وہ بھی ایسا قول کہ جس میں صراحت نہیں کہ کونسا راوی ضعیف ہے۔ کیوں ضعیف ہے؟ دیکھئے آپ غیر مقلد ہو کر ایسے اقوال کو کیسے آنکھیں بند کرکے قبول فرما رہے

ہیں۔ اس کا سبب یہی تو نہیں کہ یہ حدیث آپ کے خلاف جاتی ہے؟

۳۔ اور اگر ہم امام ابوداؤد کی بات کو بطریق تنزل درست مانتے ہوئے اس حدیث کو ضعیف مان بھی لیں تو کیا ہماری پیش کردہ دوسری احادیث سے کیا اس حدیث کو تقویت نہیں ملیگی؟ اگر تقویت نہیں ملتی تو دلیل پیش کرو۔ اور اگر یہ حدیث قوی ہوگئی ہے تو پھر اسے درست تسلیم کرو۔

اعتراض ۵

آپ نے دلیل ۵ کے بعد جتنے دلائل دیئے ہیں وہ سب صحاح ستہ کے باہر سے دیئے ہیں جن کا اعتبار نہیں ہے؟

جواب

آخر جب کوئی بات نہ بن سکی تو یہی اعتراض رہ گیا کہ جناب صحاح ستہ کے باہر سے دلائل دیئے ہیں لہذا ساقط الاعتبار ہیں؟ میں اسی انتظار میں تھا کہ آپ کا یہ تکیہ کلام کب صادر ہوتا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس معاملہ میں ذرا تفصیل سے بات کروں۔ لیکن اس سے پہلے ایک دو باتیں آپ سے پوچھتا ہوں۔

۱۔ کیا رفع یدین نہ کرنے کا ثبوت میں پہلے مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی وابن ماجہ شریف سے پیش نہیں کر آیا۔

اگر آپ لوگ فقط صحاح ستہ کو ہی مانتے ہیں تو مندرجہ بالا کتبِ حدیث کیا صحاح ستہ[1] میں سے نہیں ہیں؟

۲۔ کیا آپ اپنا ہر مسئلہ صحاح ستہ سے پیش کرتے ہیں؟ آیئے ذرا انصاف

---

[1] صحاح سے مراد وہ کتب حدیث ہیں جن کے مؤلفین نے اپنی کتابوں میں صحت کا التزام کیا ہے۔ علامہ الکتانی لکھتے ہیں: "کتب التزم اہلہا الصحۃ فیہا"۔

(جامع بیان العلم وفضلہ جلد ۳)

کا دامن تھام کر مندرجہ ذیل حوالہ جات پر نظر فرمایئے اور اس کے بعد اپنے اس مشہور اعتراض کا جائزہ لیجیے۔

(۱) مشہور غیر مقلد عالم مولوی حکیم محمد صادق سیالکوٹی اپنی مشہور کتاب "صلوٰۃ الرسول" کے صفحہ ۳۹۱ پر "دارقطنی" کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص نماز جمعہ کی ایک رکعت پائے تو اس کو دوسری ملا لینی چاہیئے (اس کا جمعہ ہو گیا) اور جس کو دونوں رکعتیں نہ ملیں۔ (اُس کا جمعہ نہ ہوا) تو اس کو چار رکعت ظہر پڑھنی چاہیئے۔"

صحاح ستہ کے علاوہ درج ذیل کتب احادیث کے حوالہ جات "صلوٰۃ الرسول" میں درج ہیں:

۱۔ جزء القراۃ للبخاری رح
۲۔ موطاء امام محمد رح
۳۔ شرح السنۃ
۴۔ حصن حصین
۵۔ ابن حبان
۶۔ ترغیب و ترہیب
۷۔ مسند احمد
۸۔ موطا امام مالک رح
۹۔ مشکوٰۃ
۱۰۔ بلوغ المرام
۱۱۔ دارمی
۱۲۔ شعب الایمان
۱۳۔ ابن خزیمہ
۱۴۔ بیہقی
۱۵۔ مجمع الزوائد
۱۶۔ کتاب اللیل امام مروزی
۱۷۔ تلخیص الجبیر
۱۸۔ محلّی ابن حزم

اس لیے ہر مسئلہ میں "صحاح ستہ" کا حوالہ طلب کرنا سراسر باطل ہے۔

۲۔ سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر کیا کسی صحاح ستہ کی کتاب میں ہے؟

آپ جید عالم مولوی حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے بڑا زور صرف کر کے سینے پر ہاتھ باندھنے کو "صحیح ابن خزیمہ"، "ابن ابی حاتم"، "مسند امام احمد" اور غنیۃ الطالبین" سے

ثابت کیا ہے۔ کیا یہ سب کتابیں صحاح ستہ کی ہیں؟ آپ فوراً بولیں گے کہ ابو داؤد کی ایک مرسل[1] حدیث بھی تو ذکر کی ہے؟

مگر میں گزارش کرتا ہوں کہ محترم!

احادیث مرفوعہ کثیرہ کے ہوتے ہوتے صحاح ستہ میں سے ایک حدیث مرسل حجت و مستدل بن سکتی ہے...... ذرا سوچ سمجھ کر جواب ارشاد فرمائیں۔

● ۳۔ مشہور غیر مقلد عالم دین مولانا محمد اسماعیل السلفی نے اپنی کتاب "رسول اکرم کی نماز" میں صحاح ستہ کے علاوہ مندرجہ کتب کے حوالہ جات درج کیے ہیں۔

۱۔ سنن بیہقی
۲۔ حصن حصین
۳۔ مشکوٰۃ
۴۔ سنن نسائی
۵۔ دارمی
۶۔ معالم السنن
۷۔ جمع الفوائد
۸۔ موطا امام محمد رح
۹۔ ابن خزیمہ
۱۰۔ کنز العمال
۱۱۔ بلوغ المرام
۱۲۔ تلخیص منذری

● ۴۔ فتاوی علمائے حدیث کتاب الزکوٰۃ ملاحظہ ہو جس میں صحاح ستہ کے علاوہ درج ذیل کتب کے حوالہ جات درج ہیں:

در مختار:	فتاوی علمائے حدیث کتاب الزکوٰۃ ص ۴/۶ طبع خانیوال
کنز مع شرح علامہ عینی حنفی	" " " ص ۴/۶ " "
فتح الباری	" " " " ص ۳/۷ " "
طبرانی	" " " " ص ۳/۴ " "

مذکورہ بالا چند امثلہ سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ اہلسنت

---

[1] جس حدیث میں انقطاع سند کے آخر میں ہو۔ (اصطلاحات المحدثین ص ۱۳)

وجماعت اگر کوئی بات صحاح ستہ کے باہر سے با حوالہ بھی کہہ دیں، راویوں کی ثقاہت بھی ثابت کر دیں، حدیث بالکل درست ہو، شرائط محدثین پر پوری اُترتی ہو، صحاح ستہ کے مصنفین سے بھی پہلے کے محدثین کی روایت کردہ ہو، مگر چونکہ صحاح ستہ میں نہیں ہے تو اس پر اہل حدیث[1] (غیر مقلدین) اعتماد نہیں کرتے، ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ مگر جب اپنی باری آتی ہے تو فقہا جنہیں یہ لوگ دین کے دشمن قرار دیتے ہیں اُن کی لکھی ہوئی، درمختار[2]، کنزالدقائق[3] اور شامی[4] سے حوالہ پیش کر دیتے ہیں۔ اور ذرا بھی نہیں شرماتے اسے کہتے ہیں سینہ زوری۔

---

[1] آج تک مسلک کے اعتبار سے کسی کو اہل حدیث نہیں کہا گیا اگر اہل حدیث کہا گیا تو محض فن کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔ جیسے علم اصول والوں کو اہل علم اصول کہا گیا، لکھنے والوں کو اہل قلم کہا گیا، منطق کا علم رکھنے والوں کو اہل منطق کہا گیا، اسی طرح فقط محدثین یعنی حدیث کا علم رکھنے والوں کو اہل حدیث کہا گیا، لیکن خدا کی قسم مسلک کے اعتبار سے آج تک کوئی اہل حدیث نہیں ہوا۔ جن کے بارے میں بھی اہل حدیث کہا گیا ہے وہ محض فن کے اعتبار سے اہل حدیث کہا گیا، کیونکہ اگر حدیث مسلک کی بنیاد ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ''علیکم بسنتی''[ع] نہ فرماتے بلکہ علیکم بحدیثی فرماتے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تو پتہ چلا کہ مسلک کی بنیاد حدیث نہیں ہوسکتی بلکہ مسلک کی بنیاد سنت ہے''۔ (خطبات کاظمی ص ۱۷۵ جلد اوّل[س])

[ع] مشکوٰۃ ص ۲۹ مطبوعہ کراچی

[2] درمختار: محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبدالرحمٰن م ۱۰۸۸ھ

[3] کنزالدقائق: حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود م ۷۱۰ھ

[4] فتاویٰ شامی: سید محمد امین بن عمر والشہیر بابن العابدین م ۱۲۶۰ھ (غالباً)

[س] طبع مکتبہ انوار صوفیہ ٹرسٹ علی پور (مظفر گڑھ)

میں اہل حدیث عوام کی خدمت میں دست بستہ ملتجی ہوں کہ وہ ذرا اپنے علمائے کرام کے اس طریقہ پر غور فرمائیں کہ یہ دوغلہ پالیسی کیوں ہے؟ آپ تو مختلف تقاریر میں فرماتے ہیں کہ فقط قرآن و صحاح ستہ کی بات مانو۔ مگر اُن سے مسئلہ پوچھا جائے تو جواب کنزالدقائق اور درمختار سے دیتے ہیں۔ اُس وقت صحاح ستہ کیوں بھول جاتی ہے۔

آپ غور فرمائیے کہ اُدھر تو ان فقہائے کرام پر فتوے[1] لگائے جاتے ہیں، اور انہیں جاہل و زندیق قرار دیتے ہیں مگر جب کہیں سے مسئلہ کا جواب نہ ملے تو اُنہیں نفوسِ قدسیہ کی عبارات پیش کر کے قرآن و حدیث کے عامل اور اہلحدیث بن بیٹھتے ہیں۔

کیا یہ ایک طرف ان فقہائے امت کی احسان فراموشی اور دوسری طرف امت مسلم کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی ناپاک سازش تو نہیں ہے۔ کہ عوام کو تو فقہاء سے بدظن کریں مگر در پردہ ان کے فرمودات سے اپنے مسائل حل کریں... آخر عوام کو یہ لوگ جمہور امتِ مسلمہ کی طرح فقہائے کرام کی کتابوں کے نزدیک کیوں نہیں جانے دیتے؟ جواب مطلوب ہے۔

اہل حدیث عوام کی خدمت میں عرض ہے کہ ذرا اپنے علماء کرام سے ایک بات

---

[1] مولوی سعید بنارسی غیر مقلد لکھتا ہے: جس شخص (امام ابوحنیفہ رح) کا علم صرف رائے ہی رائے ہو اُس کی بابت یوں کہنا کہ امام ابوحنیفہ رح کے شرط رواۃ بہت درشت تھے کوہ کندن وکاہ برآوردن کا مصداق ہے یا نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ جس شخص نے علم قرآن و حدیث سیکھا ہی نہیں بلکہ اُس کے سیکھنے سے صاف انکار کر دیا، تو ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں اُن کو حدیث معلوم تھی .... بلکہ امام صاحب حدیث سے ایسے کورے تھے جیسے کوئی مہاتما گاؤ گوشت سے بلکہ اُس کے بھاؤ سے الخ (الاقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ رح ص ۹۸ طبع لاہور ۱۳۴۳ھ)

تو پوچھئے کہ : آپ ہمیں تو یہ باور کراتے ہیں کہ تقلید حرام ہے۔ تو جو شخص ساری زندگی خود بھی کسی امام مجتہد کی تقلید کرتا رہا ہو اور دوسرے لوگوں کو بھی اُس کی طرف بلاتا رہا ہو تو ایسا شخص آپ کی نظر میں کیسا ہے؟

یقیناً آپ کے علماء کرام یہی جواب دینگے کہ ایسا شخص جو ساری زندگی شریعت مطہرہ کے سلسلہ میں حرام کام کرتا رہا ہو اور حرام کی طرف بلاتا رہا ہو، وہ گناہ گار ہے اُس پر توبہ اعلانیہ لازم ہے۔ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ وہ مردود الشہادہ ہے۔

تو پھر ذرا ان سے پوچھئے کہ جناب! جب ایسا شخص مردود الشہادۃ ہے تو اگر وہ حدیث روایت کرے تو اُس کی روایت کردہ حدیث قابل قبول ہوگی؟

یقیناً یہی جواب ہونا چاہیئے کہ ہرگز نہیں۔ تو اَب سوال کیجئے کہ جناب صحاح کے مصنفین تو سب کے سب مقلد تھے تو کیا ان کی روایت کردہ اور تحریر کردہ احادیث معتبر قرار دی جاسکتی ہیں؟ اگر قرار دی جاسکتی ہیں تو کیوں؟

اور اگر نہیں تو پھر صحاح ستہ کا اتنا مقام آپ کی نظر میں کیوں ہے؟

کیا وہ لوگ جو ساری زندگی حرام کے مرتکب رہے، اس پر کاربند رہے۔ لوگوں کو اپنے آئمہ کے مسلک پر دعوت دیتے رہے، اپنے مسلک کی ترجیحات ثابت کرتے رہے تو کیا وہ معتبر ہو سکتے ہیں۔ کیا خوب ہے آپ کا مذہب؟

اصحاب صحاح ستہ کا مقلد ہونا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمۃ کا مذہب

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:۔

---

[1] تقلید آئمہ اربعہ شرک و بدعت ہے اور واجب الترک ہے۔ (ظفر المبین از مولوی علام محی الدین دگوجرانوالہ) بحوالہ فتح المبین صہ ۳۶ طبع گوجرانوالہ)

[1] تقلید آئمہ دین شرک و بدعت ہے۔ (لوامع الانوار والسنۃ) بحوالہ جامع الفتا صہ ۳۵۱ و ۱

یہاں غور کرنے کا مقام ہے کہ حضرت امام بخاری رح باوجودیکہ اجتہاد کا درجہ اور احاطہ منجملہ اخبار نبویہ کا عمل حاصل تھا اور وجوہ ترجیحات اور ناسخ و منسوخ اور مجمل اور مبتین اور عام و خاص اور مطلق و مقید وغیرہ اصول شرعیہ و احکام دینیہ کو علیٰ وجہ الکمال جانتے تھے اور حافظ قرآن و حدیث صاحب قوتِ استنباط و مسائل مع الدلائل تھے اور حدیث کے جملہ اقسام اور تمام طرق اسانید اور جمیع ذوات حالات کما ینبغی واقف تھے مگر مثل آئمہ اربعہ مجتہد مطلق نہ ہوسکے بلکہ تقلید مسائل میں امام شافعیؒ کے تابع رہے اور شافعیہ میں داخل ہوئے۔ (انصاف صہ ۲۱ طبع ترکیہ)

- امام تقی الدین سبکی رحؒ نے امام بخاری رحؒ کو طبقات شافعیہ میں لکھا ہے۔
- نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد نے ابجد العلوم میں ان کو شافعی لکھا ہے۔ (ظفر المحصلین باحوال المصنفین صہ ۱۰۵)

امام مسلمؒ کا مذہب

- نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں: امام مسلم شافعی تھے۔
- صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں:

الجامع الصحیح للامام المسلم الشافعی (ظفر المحصلین صہ ۱۱۸)

ابن ماجہؒ کا مذہب

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک امام احمدؒ کے مسلک کی طرف میلان تھا۔ علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ شاید امام ماجہ شافعی تھے۔ (ظفر المحصلین صہ ۱۴۱)

امام نسائیؒ کا مذہب

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: کہ

آپ شافعی المذہب تھے۔ (بستان المحدثین صہ ۱۸۹)

— نواب صدیق حسن خاں اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ نے بھی ان کو شافعی بتایا ہے۔"
(ظفر المحصلین فی احوال المصنفین صفحہ ۱۵۲)

امام ابوداؤد کا مذہب

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ان کے بارے میں لوگ مختلف الرائے ہیں، بعض کہتے ہیں شافعی تھے اور بعض حنبلی بتاتے ہیں اور تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ شیخ ابو اسحاق شیرازی نے ان کو طبقات الفقہاء میں امام احمد بن حنبل کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔"

(بستان المحدثین صد ۸۳)

ابن تیمیہ نے ان کو حنبلی بتایا ہے۔ (ظفر المحصلین ص ۱۲۶)

اب بتائیے کہ ان محدثین مقلدین کے بارے میں کیا فرمان ہے؟

آپ لوگ صحاح ستہ پر بڑا زور دیتے ہیں مگر ایک طرف تو آپکا مذہب کئی امور میں صحاح ستہ کے باہر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صحاح ستہ کے مصنفین آپ کے مسلک و مذہب کی روشنی میں تقلید جیسے فعل حرام کے مرتکب تھے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ ہم صحاح ستہ سے مسلک اہلسنت وجماعت کے جو بھی دلائل پیش کرتے ہیں، آپ کے علماء فوراً ضعیف، ضعیف کہہ کر آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں، یعنی صحاح ستہ کی احادیث میں بھی خرابیاں باعتبار سند موجود مانتے ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ تو پھر صحاح ستہ پر اتنا زور کیوں دیتے ہیں۔

• — شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛

۱ احادیث صحاح منحصر نیست در صحیح بخاری و مسلم" یعنی احادیث صحیحہ صرف بخاری و مسلم میں ہی منحصر نہیں ہیں۔

۲ بخاری گفتہ کہ در نیاوردہ ام دریں کتاب مگر آنچہ صحیح است و ترک کردہ ام بسی از صحاح را از ترس طول کتاب۔

یعنی امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: کہ بخاری شریف میں بس صرف صحیح احادیث کو لایا ہوں، مگر میں نے بہت سی صحیح احادیث کو ترک بھی کر دیا ہے تاکہ کتاب بہت طویل نہ ہو جائے۔

• — مسلم گفتہ کہ ہر چہ دریں کتاب آوردہ ام از احادیث صحیح است ونمیگویم کہ آنچہ نیاوردہ ام دروی ضعیف است"

یعنی امام مسلم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: — میں مسلم میں صحیح احادیث کو لایا ہوں مگر یہ ضروری نہیں کہ جن احادیث کو میں نے تحریر نہیں کیا وہ ضعیف ہیں۔

• — شیخ ابن صلاح[1] گفتہ است کہ از مستدرک حاکم ظاہر می شود کہ احادیث بسیار از صحاح از بخاری و مسلم ماندہ است کہ در کتابین نیاوردہ اند۔"

یعنی ابن صلاح فرماتے ہیں کہ مستدرک حاکم[2] دیکھنے کے بعد ظاہر ہو جاتا ہے کہ بخاری و مسلم کی بہت سی صحیح احادیث رہ گئی ہیں کہ وہ ان کو اپنی دونوں کتابوں (بخاری و مسلم) میں نہیں لائے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: بخاری و مسلم کا ان ہی احادیث کو ذکر کرنا وجہ سے ہے کہ یہ احادیث زیادہ صحیح ہیں یا پھر کوئی دوسرا مقصد ہو گا جس کی وجہ سے ان احادیث کو منتخب کیا ہے۔

(شرح سفر السعادت صد ۱۵ طبع سکھر)

---

[1] امام، محدث، حافظ ابی عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشہرزوری المعروف ابن الصلاح ۶۴۲ھ [2] یہ محمد بن عبداللہ بن محمد نیشاپوری علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے۔ ۳۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے خراسان اور ماوراء النہر اور دیگر بلاد اسلام میں گشت کر کے دو ہزار شیوخ سے حدیث کی سند حاصل کی۔ ان کے والد گرامی "امام مسلم" کے دیکھنے والوں میں سے تھے۔ تاریخ نیشاپور، کتاب مزکی، کتاب المدخل، کتاب الکلیل ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ ۴۰۵ھ میں وفات پائی۔

اعتراض

آپ نے جو مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے جو اثر بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا مگر نماز کے شروع میں۔" اس کی روایت میں ایک راوی ابوبکر بن عیاش ہے جس کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا اور یہ ضعیف ہے۔

جواب: یہ راوی ثقہ ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مقامات پر اس سے صحیح بخاری میں احادیث روایت کی ہیں، چند اسناد ملاحظہ ہوں۔

• — حدثنا محمد اخبرنا عبداللہ قال اخبرنا ابوبکر بن عیاش عن سفیان الخ

(بخاری صـ ۱۸۶ جلد اول)

• — حدثنا احمد بن یونس نا ابوبکر بن عیاش عن عبدالعزیز الخ

(بخاری صـ ۲۳۲ جلد اول)

• — وابوبکر بن عیاش عن الشیبانی عن ابن ابی اوفیٰ الخ

(بخاری صـ ۲۷۰ جلد اول)

• — حدثنا احمد بن یونس ثنا ابوبکر عن سلیمان عن ابی اوفیٰ الخ

(بخاری صـ ۲۷۳ جلد اول)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں، جب کہ جمہور آئمہ حدیث نے اس ـ کی جلالتِ قدر کی وجہ سے ان کی کتاب کو صحیح کا لقب دیا ہے اور یہ دوسرے محدثین کو حاصل نہیں پس گویا جمہور کا اس پر بھی اتفاق سمجھنا چاہئے کہ جن رواۃ کو صحیح نے ذکر کیا ہے وہ سب عادل تھے لہٰذا اب کوئی طعن وجرح رواۃ صحیحین پر اُس وقت تک قابل اعتناء نہ ہو گی جب تک کہ وجہ قدح صاف طور پر شرح کر کے نہ بیان کیا جائے۔ پھر یہ بھی دیکھا جائے گا کہ واقع میں بھی وہ قدح وجرح بننے کی صلاحیت رکھتی ہے یا کہ نہیں الخ

(مقدمہ فتح الباری صـ طبع)

• — شیخ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ابوبکر بن عیاش ابو اسحٰق وغیرہ سے روایت کرتے تھے اور ان سے امام احمدؒ اور ابن معین نے روایت کی امام احمد کا قول ہے کہ یہ صدوق ثقہ تھے۔ (اکمال فی اسماء الرجال (اردو) صـ ۳۰۱ جلد ۳)

• — امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

آپ قرآن وحدیث دونوں کے عالم ہیں۔"

• — امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

میں نے ابوبکر بن عیاش سے بڑھ کر اتباع سنت کی طرف جلدی کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔"

• — امام ابوداؤد کہتے ثقہ ہیں۔

• — یزید بن ہارون کہتے ہیں انتہائی نیکو اور فاضل شخص ہیں الخ

(تذکرۃ الحفاظ: از امام ذہبیؒ صـ)

• — ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ • — عبدالبر کہتے ہیں: حدیث کے ثقہ راوی ہیں۔"

• — ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ مشہور کوفی ہیں اور یہ بڑے بڑے لوگوں سے روایت کرتے ہیں میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی جب کہ اُن سے روایت کرنے والا ثقہ ہو۔

محدث عجلی فرماتے ہیں: ثقہ ہیں دائمی صاحب سنت اور صاحب عبادت ہیں۔

(تہذیب التہذیب صـ) (العلم والعلماء صـ ۲۸۲)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ثقه عابد الا انه ساء حفظه وكتابه صحيح (تقریب التہذیب صـ ۳۹۶) یعنی ثقہ اور عابد ہے لیکن جب بوڑھا ہو گیا تو اس کا حافظہ خراب ہو گیا لیکن اس سے حدیث لکھی صحیح ہے۔" ان سے تمام شہادتوں کے بعد ابوبکر بن عیاش کو ضعیف کہنا دن کو رات کہنے کے مترادف ہے۔

اعتراض

مصنف ابن ابی شیبہ کی یہ روایت بخاری کی روایت سے ٹکرا رہی ہے جس میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رفع یدین کا ثبوت ہوتا ہے۔

جواب

حضرت عبداللہ ابن عمر رضہ کے بارے میں جب دونوں طرح کی روایات موجود ہیں تو اُن میں تطبیق پیدا کی جائے گی، یہاں یہ قاعدہ بھی یاد رہے کہ اگر دو حدیثوں میں بظاہر تعارض نظر آرہا ہو تو اُن کو اس طرح جمع کرنا کہ دونوں پر عمل ہو جائے[1] کسی ایک کے چھوڑ دینے سے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ ان دونوں روایتوں میں تطبیق یوں پیدا ہوتی ہے۔ کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضہ کو جب تک رفعیدین کے منسوخ ہونے کا ثبوت کمال کو نہیں پہنچا تھا تو وہ کرتے رہے اور جب رفعیدین کے منسوخ ہونے کا ثبوت اُن کو واضح ہو گیا تو انہوں نے رفعیدین ترک کر دیا۔ تو اس طرح دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے اور اگر آپ کی بات مانی جاتے تو ایک حدیث کو ترک کرنا پڑتا ہے جو کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

---

[1] مشہور غیر مقلد عالم دین مولانا سلطان محمود صاحب لکھتے ہیں:

(اگر احادیث متعارض معلوم ہوں) تو ان دونوں سے ایسا مفہوم مراد لینا جس سے وہ ایک دوسرے مخالف نہ رہیں اس صورت میں دونوں حدیثوں کو مختلف الحدیث کہتے ہیں۔

نص نبوی یا تصریح صحابی، تاریخ کے ذریعے معلوم کرنا ان میں سے کونسی حدیث پہلے کی ہے اور کونسی بعد کی، مقدم کو منسوخ اور متاخر کو ناسخ کہتے ہیں،

وجوہ ترجیحات کے ذریعے راجح اور مرجوح معلوم کرنا" ان تینوں صورتوں میں سے کوئی بھی ممکن نہ رہے تو پھر تعارض ہوگا۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک حقیقت حال منکشف نہ ہو جائے عمل سے توقف کریں گے"۔ (اصطلاحات المحدثین ص۱۲)

• ـــ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی یہ بات اصول حدیث میں ہے کہ جب کوئی راوی اپنی ہی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے تو اُس کی روایت کہ وہ حدیث پر عمل ساقط ہو جاتا ہے۔ یعنی اس کے نزدیک منسوخ قرار پاتی ہے۔

(شرح سفر السعادت ص۶۶)

لہٰذا مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت سے بخاری کی روایت ساقط العمل قرار پائے گی۔

• ـــ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضہ سات اولین مسلمانوں میں سے ایک ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان تھا کہ میرے قریب نماز میں صاحبانِ فہم وعلم کھڑے ہوا کریں۔ تاکہ وہ نماز ملاحظہ کریں اور آگے تعلیم دے سکیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ شروع سے سرکار علیہ السلام کے پیچھے نمازیں پڑھتے آرہے تھے۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کو جتنا بہتر حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ سمجھتے تھے اتنا حضرت ابن عمر رضہ نہیں سمجھ سکتے تھے اور ہم صحاح ستہ کے حوالہ سے ثابت کر آئے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ نے تمام عمر رفعیدین نہیں کیا۔ اور وہ رفعیدین کے شدید مخالف رہے۔ لہٰذا ان حقائق کے ہوتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن عمر رضہ کے عمل کو فقط آپ کی بات مانتے ہوئے کیسے ترجیح دی جاسکتی ہے جبکہ حضرت مجاہد رحہ سے مروی روایاتِ صحیحہ خود واضح کرتی ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضہ نے بھی کم از کم اپنی وفات سے دس پندرہ سال پہلے رفعیدین ترک کر دیا تھا۔ (کما مر بحوالہ الطحاوی) آپ کی تسکین کے لیے ایک اور حوالہ پیش کرتا ہوں جو حضرت مجاہد رحہ سے مروی حدیث کو تقویت دیتا ہے اور اس پر آپ کوئی اعتراض بھی نہیں کر سکتے۔ اگر اعتراض کریں گے تو اعتراض برائے اعتراض ہوگا جس میں حقیقت پنہاں نہ ہوگی۔

اخبرنا محمد بن أبان ابن صالح عن عبد العزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمر یرفع یدیه حذاء اُذنیه فی تکبیرة افتتاح الصلوٰة ولم یرفعهما فیما سوی ذلك۔

(مؤطا امام محمد[1] صفحہ ۵ طبع کراچی)

یعنی عبد العزیز بن حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفعیدین کرتے تھے اس کے علاوہ کسی جگہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔"

یاد رکھئے کہ محمد بن حسن مجتہد ہیں آپ کے نزدیک بھی ثقہ ہیں[2]۔ اور انہوں نے اس حدیث کو موضع احتجاج میں ذکر فرمایا ہے یعنی اس حدیث سے حجت پکڑی ہے اور مجتہد[3] جب ایسی حدیث سے استدلال کرتا ہے تو وہ حدیث اُس کے نزدیک صحیح ہوتی ہے۔ (کما لایخفی علی من یعلم اصول ہذا العلم)

---

[1] حدیث کی مشہور کتاب ہے جو امام مالکؒ کی دوسری مؤطاؤں سے علمی و فنی اعتبار سے زیادہ بلند پایہ ہے۔ چونکہ امام محمد رح نے اپنی مؤطا میں بہت سے آثار، روایات اور مسائل کو امام مالکؒ کے علاوہ دوسرے حضرات سے نقل کیا ہے اس لیے مجازاً اُس کا انتساب امام محمدؒ ہی کی طرف ہونے لگا۔ علامہ یوسف بن عبد اللہ قرطبی مالکیؒ م ۴۶۳ھ فرماتے ہیں: کتاب اللہ کے بعد نہ مؤطا کے مثل کوئی کتاب ہے اور نہ اس سے بڑھ کر" (مقدمہ مؤطا امام محمد)

[2] محدثِ دارقطنی فرماتے ہیں: من الثقات الحفاظ (تخریج ہدایہ از امام زیلعی) جلد اول) یعنی یہ محدثِ ثقات میں سے ہیں جن کا شمار حفاظ حدیث میں ہے۔ حافظ مدینی جو جرح و تعدیل کے امام ہیں انہوں نے ان کو صدوق لکھا ہے۔ (مقدمہ مؤطا امام محمد ص ۱۶ اردو ترجمہ) امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: اما شافعیؒ نے محمد بن حسن سے حدیث میں حجت پکڑی ہے۔ (مناقب ابی حنیفہ محمد) امام شافعی رح فرماتے ہیں: امن الناس علیّ فی الفقہ محمد بن حسن" فقہ کے بارے میں مجھ پہ زیادہ احسان محمد بن حسن کا ہے۔ (تاریخ بغداد) حافظ سمعانی لکھتے ہیں امام شافعی رح نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کے ذریعے میری معاونت فرمائی ابن عیینہ کے ذریعے حدیث اور امام محمدؒ کے ذریعہ فقہ میں" (ظفر المحصلین ص ۹۱) علامہ کردری لکھتے ہیں امام شافعیؒ نے فرمایا: علم اور اسباب دینی کے اعتبار سے مجھ پر کسی کا بھی اتنا بڑا احسان نہیں جس قدر امام محمدؒ کا (ایضاً)

اعتراض

امام طحاوی علیہ الرحمۃ کی پیش کردہ حدیث پاک قابلِ قبول نہیں کیونکہ وہ حنفی اور مقلد تھے اور حضرت امام بیہقی جیسے محدث نے لکھا ہے۔ "علمِ حدیث تو ان کا فن ہی نہ تھا"[1]

جواب

کتنے افسوس کی بات ہے کہ حضرت امام ابوجعفر احمد طحاوی جیسے محدث و فقیہ کا انکار صرف اس وجہ سے کر رہے ہیں کہ وہ حنفی اور مقلد تھے۔ ذرا فرمائیے کہ کونسا ایسا محدث جلیل گزرا ہے جو مقلد نہیں تھا؟ صحاح ستہ کے مصنفین جن کو بڑی اہمیت کا حامل قرار دیتے ہیں وہ بھی مقلد تھے۔ یہ تو آپ نے خود اپنے مذہب کی جڑ کاٹ دی۔ کہ اگر تقلید کی وجہ سے کسی محدث کی روایت کردہ احادیث معتبر نہیں ہوسکتیں تو آپ کو چاہیئے کہ بخاری، مسلم اور تمام کتبِ احادیث کا انکار کر دو۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ حفظِ حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ اجتہاد میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ قافلہ علم میں بہت کم ایسے افراد نکلیں گے جو بیک وقت حدیث فقہ اور اصول فقہ میں امام طحاویؒ کے کمال ہمہ دانی میں ہمسری کر سکیں۔ فن رجال و جرح و تعدیل میں امام طحاویؒ کو کامل دستگاہ حاصل تھی اس فن میں آپ کی مستقل تصانیف[2] بھی ہیں۔

امام طحاوی علیہ الرحمۃ کے فضل و کمال ثقاہت و دیانت کا اعتراف ہر دور کے محدثین و مورخین نے کیا ہے۔

- علامہ عینی نخب الافکار میں فرماتے ہیں: امام طحاوی کی ثقاہت، دیانت، امانت، فضیلت کاملہ اور علم حدیث میں ید طولیٰ اور حدیث کے ناسخ و منسوخ کی (واقفیت) پر اجماع ہوچکا ہے۔ امام طحاوی کے بعد کوئی ان کا مقام پر نہ کر سکا۔
- ابو سعید بن یونس تاریخ علماء مصر میں امام طحاوی کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

---

[1] تاریخ کبیر، نفقض المدسین وغیرہ

طحاوی علیہ الرحمۃ صاحب ثقاہت وفقہ ہونے کے ساتھ بلا کی نظر بھی رکھتے تھے ان کے بعد کوئی ان جیسا نہیں ہوا ہے۔"

• --- مسلمہ بن قاسم قرطبی "الصلۃ" میں فرماتے ہیں کہ :
امام طحاوی ثقہ، جلیل القدر، فقیہ، علماء کے اختلافی مسائل اور تصنیف وتالیف میں صاحب بصیرت تھے۔

• --- ابن جوزی "منتظم" میں فرماتے ہیں: طحاوی ثقہ، ثبت، فہیم وفقیہ تھے۔

• --- سبط ابن جوزی "مرآۃ الزمان" میں مذکورہ بالا جملہ دہرانے کے بعد فرماتے ہیں کہ طحاوی کے فضل، صدق، زہد وورع پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔

• --- علامہ ذہبی کے الفاظ تاریخ کبیر میں یہ ہیں: فقیہ، محدث، حافظ، زبردست امام، ثقہ، ثبت اور ذی فہم۔

علامہ عینی نے بہت سے علماء کے اقوال نقل کئے ہیں۔ بہرحال یہ واقعہ ہے کہ امام طحاوی قرآن وحدیث سے استنباط وفقہ میں اپنے معاصرین وبعد کے علماء میں نظیر نہیں رکھتے تھے ---

• علامہ ابن قطلوبغا امام طحاوی رح کے متعلق لکھتے ہیں:
ابوجعفر کان ثقۃ، نبیلا، فقیہا

• --- علامہ عبدالحی لکھنوی رح لکھتے ہیں: امام جلیل القدر مشہور فی الآفاق"

• --- "حسن المحاضرہ" میں امام سیوطی رح لکھتے ہیں: الامام، العلامہ، الحافظ، صاحب تصانیف، ثبت، فقیہ ان کے بعد کوئی ان جیسا نہ ہوا!"

• --- صاحب "انساب" علامہ سمعانی شافعی نے لکھا ہے کہ آپ امام، ثقہ اور فقیہ عقیل تھے کہ آپ جیسا آپ کے پیچھے کوئی نہیں ہوا۔

• --- مولانا فقیر محمد جہلمی لکھتے ہیں :-
اپنے زمانہ میں فقہ وحدیث میں جلیل القدر عظیم الشان امام ثقہ معتمد تھے۔

• --- علامہ وصی احمد محدث سورتی لکھتے ہیں :
العلامہ۔ الحجۃ۔ ہادی الناس الی الحجۃ۔ قامع الہوی والبدعۃ۔ الجامع بین التحدیث والفقاہۃ۔ الجلیل قدرہ والجمیل۔ قوی البرہان عالم القرآن، حافظ احادیث الرسول"

• --- ظفر المحصلین باحوال المصنفین صہ ۱۶۲ تا ۱۶۴
• --- تاج التراجم صہ ۱۲ طبع کراچی (پاکستان)
• --- فوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیہ صہ ۳۱
• --- حدائق الحنفیہ صہ ۱۹۰ طبع لاہور
• --- مقدمہ معانی الآثار صہ ۶ طبع ملتان

امام طحاوی رح کی جلالت شان وثقاہت کے باوجود حافظ بیہقی، ابن تیمیہ اور ابن حجر وغیرہ نے اعتراضات کئے ہیں جو متقدمین کے اعتراف وتوثیق کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

اعتراض : آپ نے باب اول میں دلیل نمبر ۳ کے طور پر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ پیش کی ہے۔ حالانکہ اس کی سند میں حضرت عبداللہ ابن مبارک ہیں جو کہ فرماتے ہیں کہ "لم یثبت حدیث ابن مسعود" یعنی میرے نزدیک حدیث ابن مسعود ثابت ہی نہیں ہے۔ تو پھر اس حدیث غیر ثابت سے استدلال کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

جواب

آپ لوگوں پر نہایت ہی تعجب ہوتا ہے کہ کتاب اللہ ہو یا حدیث آپ اپنی مفید مطلب بات نکال لیتے ہیں اور باقی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ کیا اسی ترمذی شریف کے اسی صفحہ پر حدیث ابن مسعود ایک دوسری مندرجہ ذیل سند کے ساتھ موجود نہیں ہے۔

"حدثنا ہناد نا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمۃ قال قال عبداللہ ابن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ"

(ترمذی ص۵۹ مطبوعہ کراچی)

اب ذرا ترمذی کی ہی بیان کردہ سندیں دوربین لگا کر دیکھئے کہ اس سند میں حضرت عبداللہ ابن مبارک کا اسم گرامی ہے؟

بے شک اگر ایک سند سے حدیث ثابت نہیں (اور وہ بھی رفع یدین کے قائل سے) تو محترم مندرجہ بالا سند کا کیا کروگے؟

جواب دو ـــــ یا ـــــ عدم رفع یدین کے قائل ہو جاؤ۔

اعتراض

آپ نے اپنے دلائل میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث پیش کی ہے جس کے آخر میں لفظ ہے "ثم لا یعود" یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین فرماتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

لیکن اس حدیث پاک کی سند میں یزید بن ابی زیاد راوی ہے۔ جس نے امام سفیان کو روایت بیان کی پہلی مرتبہ تو اس میں "ثم لا یعود" کے الفاظ نہیں تھے۔ پھر اس کے کافی عرصہ بعد امام سفیان کوفہ گئے تو یزید بن ابی زیاد اس حدیث میں "ثم لا یعود" بیان کیا کرتے تھے۔ (بیہقی جلد دوم)

تو ثابت ہوا کہ "ثم لا یعود" کا جملہ یزید بن ابی زیاد نے بعد میں شامل کیا تھا۔ لہٰذا یہ حدیث آپ کی دلیل نہیں بن سکتی۔

جواب

(۱) اس روایت کو ایک دوسرے گروہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ امام حافظ ابو احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی رحمۃ (م ۳۶۵ھ) فرماتے ہیں:۔

"ورواہ ہیثم وشریک وجماعۃ معہما عن یزید باسنادہ وقالوا فیہ "ثم لم یعد"" (الکامل فی ضعفاء الرجال جلد ۷ ص ۲۷۳)

یعنی اس حدیث کو ہیثم وشریک اور ایک بہت بڑی جماعت نے یزید سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اس میں "ثم لم یعد" کو نقل فرمایا ہے۔

لہٰذا امام بیہقی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے آپ نے جو اعتراض کیا تھا وہ رفع ہو گیا۔ اور یہ ثابت ہو گیا کہ "ثم لا یعود" بعد کا اضافہ نہیں ہے۔

۲۔ یزید بن ابی زیاد کے بارے میں ائمہ فن کے ارشادات ملاحظہ کیجئے۔

(۱) یعقوب بن سفیان کہتے ہیں یزید بن ابی زیاد ثقہ عادل فی الحدیث تھے۔

(۲) علامہ عجلی کہتے ہیں جائز الحدیث تھے۔

(۳) ابن شاہین نے یزید بن ابی زیاد کو ثقات میں شمار فرمایا ہے۔

(۴) احمد بن صالح مصری فرماتے ہیں: یزید بن ابی زیاد ثقہ تھے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۳۳۰، ۳۳۱ مطبوعہ انڈیا ۱۳۲۷ھ)

۳۔ امام دارقطنی نے علی بن عاصم سے روایت فرمائی ہے اس میں "ثم لا یعود" کے جملہ کی تصحیح کی گئی ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ بعد کا اضافہ نہیں ہے۔

۴۔ امام بیہقی نے "" میں اور امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں "ثم لا یعود" کے جملہ کو روایت فرمایا ہے۔

ان تمام حقائق سے واضح ہوا کہ "ثم لا یعود" کا جملہ بعد کا اضافہ نہیں ہے۔

غیر مقلدین کا یہ اعتراض صرف اعتراض برائے اعتراض ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ رب العزت ہدایت کاملہ عطا فرمائے۔ (آمین)

باب سوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قائلینِ رفع یدین کے دلائل اور اُن کا

علمی جائزہ

اس باب سوم میں ہم غیر مقلدین حضرات کے اُن دلائل کا تجزیہ کرتے ہیں کہ جن کو وہ رفع یدین کے ثبوت کے لیے پیش کرتے ہیں۔

اس باب کو ہم تین فصول میں تقسیم کرتے ہیں :- فصلِ اول میں اُن دلائل کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔ جن سے غیر مقلدین حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز میں رفعیدین کرنا ثابت کرتے ہیں۔ فصلِ دوم میں اُن دلائل پر گفتگو ہوگی جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رفعیدین کرنا ثابت کیا جاتا ہے۔ اور فصل سوم میں علمائے امت کے اقوال جو اس مسئلہ کے متعلق ہیں کا مختصر اور جامع جواب دیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اہلسنّت وجماعت کا ہمیشہ سے یہ طرّہ امتیاز رہا ہے کہ وہ کسی بھی مسئلہ کے متعلق تمام پہلوؤں کا اور اُن پر تمام قسم کے موافق و مخالف دلائل کا موازنہ کرتے ہیں اس کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچ کر حکم لگاتے ہیں۔

اہلسنت وجماعت کے علاوہ ہر فرقہ کتاب و سُنّت سے اپنے مفید مطلب دلائل حاصل کرکے امت میں افتراق و انتشار کا باعث بنتا ہے۔ اور "تؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض الکتٰب" کا مصداق ٹھہرتا ہے۔

فصل اوّل : حضور پُر نُور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں رفعیدین کرنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رفعیدین کے ثبوت میں غیر مقلدین مندرجہ ذیل دلائل

پیش کرتے ہیں۔ ہم بالترتیب دلائل اور اُن کا جواب پیش کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع رأسہٗ من الرکوع رفعہما کذلک (متفق علیہ)

• ـــ بخاری صـ ۱۰۲ جلد اول

• ـــ مسلم صـ ۱۶۷ جلد اول

یعنی بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو کندھوں تک دونوں ہاتھ مبارک اُٹھاتے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے تو پھر دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع سے اپنا سرِ اقدس اُٹھاتے تو اُس وقت بھی اُسی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے۔"

• ـــ حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

اَنَّ ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوٰۃ کبّر ورفع یدیہ واذا رکع رفع یدیہ واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع یدیہ واذا قام من الرکعتین رفع یدیہ ورفع ذالک ابن عمر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

• ـــ بخاری شریف صـ ۱۰۲ جلد اوّل

یعنی بے شک حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی جب نماز میں داخل ہوتے، تو تکبیر تحریمہ ارشاد فرماتے اور رفعیدین کرتے اور جب رکوع میں جاتے تو رفعیدین کرتے اور جب رکوع سے کھڑے ہوتے تو رفعیدین کرتے اور جب تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے۔ اور حضرت ابن عمر فرماتے تھے کہ حضور علیہ السلام بھی اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔"

(مفہوماً ترجمہ)

مشہور غیر مقلد عالم دین مولوی حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے بھی مندرجہ بالا

احادیث پاک کو رفعیدین کے اثبات میں اپنی کتاب "صلوٰۃ الرسول" صہ ۲۳۱، ۲۳۲ پر نقل کیا ہے۔

دلیل اوّل کا جواب

جواب ۱: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مندرجہ بالا مروی احادیث ضرور بالضرور موجود ہیں۔ اور انہیں احادیث مبارکہ کی روشنی میں ہی احناف کا مسلک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عرصہ کے لیے رفع یدین کیا۔ لیکن بعد میں ترک فرمادیا۔ جس کی وجہ سے ہم رفعیدین کے نماز میں منسوخ ہونے کے قائل ہیں۔

غیر مقلدین حضرات ان احادیث سے رفعیدین کا ثبوت تو بڑی شد و مد کے ساتھ پیش کرتے ہیں، مگر ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا ان احادیث سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام عمر نماز میں رفعیدین کرتے رہے؟

اور ہمارا یہ سوال ایسا ہے کہ غیر مقلدین شروع سے آجتک اسکا جواب دینے سے قاصر ہیں اور نہ کبھی دے سکتے ہیں۔

وقتی رفعیدین کے تو ہم بھی قائل ہیں کہ رفعیدین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک خاص مدت کیا ہے لیکن سنتِ باقیہ تو تب ہی ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام زندگی رفعیدین کیا ہو؟

آیئے! ہم دکھاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو رفعیدین کرتے دیکھا تو سختی سے منع فرمادیا تھا۔ چنانچہ مسلم شریف کے حوالے سے باب اول میں حدیث گزر چکی ہے کہ صحابہ کرام جب نماز میں رفعیدین کر رہے تھے تو حضور علیہ السلام نے ان کو دیکھ، تو ارشاد فرمایا کہ "مالی اراکم رافعوا ایدیکم فی الصلوٰۃ کانھا اذناب خیل شمس اسکنو فی الصلوٰۃ"۔ یعنی مجھے کیا ہے کہ میں تمہیں نماز میں رفع یدین کرتے ہوتے دیکھ رہا ہوں جیساکہ قبیلہ شمس کے سرکش گھوڑوں کی دمیں ہلتی ہیں، خبردار نماز میں سکون اختیار کرو۔ (مسلم جلد اول صہ ۱۱۸)

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام عمر رفعیدین کرتے رہے تھے تو صحابہ کرام کو رفعیدین سے منع کیوں کیا تھا اور وہ بھی اس قدر سخت الفاظ میں۔

معلوم ہوا کہ حضور پُرنور رحمتِ عالم اُس وقت رفعیدین ترک فرما چکے تھے اور صحابہ کرام کو رفعیدین کرنے سے منع کیا کرتے تھے۔ تو جس عمل سے اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما رہے ہوں، اہلحدیث[۱] غیر مقلدین کون ہوتے ہیں اُسے سنّتِ (باقیہ) بتلانے والے۔

جواب ۲: اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری زندگی نماز میں رفعیدین کیا تھا تو حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ایک شخص کو رفعیدین کرتے دیکھا تھا تو اُسے کیوں منع فرمادیا تھا؟

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی کے ان الفاظ کو ذرا غور سے پڑھیئے!

"انہ رای رجلاً یرفع یدیہ فی الصلوٰۃ عند الرکوع فقال لہٗ لاتفعل فانہ شیٔ فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ترکہ"۔

(عینی شرح بخاری صہ ۲۷۲ جلد ۵)

یعنی حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے ایک شخص کو نماز میں رفعیدین کرتے دیکھا تو فرمایا کہ ایسا نہ کرو، کیونکہ رفع یدین کرنا ایک ایسا عمل ہے کہ اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا اور پھر اُسے ترک کردیا۔"

تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام جیسی عظیم المرتبت شخصیتیں بھی رفعیدین کی مخالفت کرتی تھیں۔ اور اس کی منسوخیت کی قائل تھیں۔

---

[۱] مولوی عبدالمجید سوہدری لکھتے ہیں، (مولوی محمد حسین بٹالوی نے) اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ اہل حدیث کی بہت خدمت کی "لفظ وہابی" آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہل حدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔۔۔۔۔۔ آپ نے، حکومت کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر پائی"۔

سیرت ثنائی از مولوی عبدالمجید خادم سوہدروی (گوجرانوالہ ۱۹۵۲ء) صہ ۳۷۲

جواب ۳ : ہمارا اہلحدیث حضرات سے یہ سوال ہے کہ خلفائے راشدین سنتِ نبویہ کے مطابق نماز پڑھتے تھے یا خلافِ سنت؟ کامل نماز پڑھتے تھے یا ناقص؟

یقیناً یہی جواب ہوگا کہ وہ نفوسِ قدسیہ مین سنت خیر الانام کے مطابق نماز پڑھتے تھے۔ تو ملاحظہ فرمائیے کہ خلفائے راشدین کا اس مسئلہ میں کیا عمل تھا؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر ومع عمر فلم یرفعوا ایدیہم الا عند التکبیرۃ الاولیٰ فی افتتاح الصلوٰۃ"۔ (دار قطنی ص۱۱۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی حضرت ابوبکر کے ساتھ اور حضرت عمر کے ساتھ نماز پڑھی مگر ان سب نے نماز کی ابتداء میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ کہیں ہاتھ نہیں اٹھائے"۔ ؎

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی آخری عمر مبارکہ میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ ہی شیخین حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما رفعیدین کرتے تھے۔

مقام غور و فکر ہے کہ اگر رفعیدین نماز میں سنتِ باقیہ ہوتا یا یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام عمر کا معمول ہوتا تو شیخین (صدیق و فاروق) نے رفعیدین کیوں ترک کیا؟

اس کے علاوہ امام ترمذی علیہ الرحمۃ کی تصریح کے مطابق اہل علم صحابہ کرام رفعیدین نہیں کرتے تھے۔ تو اگر رفعیدین کرنا حضور علیہ السلام کا تمام حیات طیبہ کا عمل تھا تو ان شمع رسالت کے پروانوں نے نماز میں رفع یدین کرنا کیوں ترک کر دیا تھا؟

جواب ۴ : رفعیدین والی مندرجہ بالا احادیث کے راوی حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ

؎ بیہقی میں بھی حدیث مع کی بجائے خلف کے الفاظ سے مروی ہے۔ ص۷۹ جلد دوم

ہیں۔ جب اُن پر یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ رفعیدین سنتِ باقیہ نہیں ہے تو انہوں نے خود رفعیدین ترک کر دیا تھا۔ اور دیکھنے والوں نے دس پندرہ سال تک مشاہدہ کیا کہ انہوں نے نماز میں ایک مرتبہ بھی رفعیدین نہیں کیا چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی اور طحاوی میں ہے کہ حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"صلیت خلف ابن عمر فلم یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوٰۃ"۔

یعنی حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی پس آپ نے سوائے تکبیر تحریمہ کے کہیں رفعیدین نہیں کیا"۔

• شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"کہ مقرر شدہ است در اصول حدیث کہ چوں راوی برخلاف روایت خود عمل کند، عمل بایں روایت ساقط گردد۔ (شرح سفر السعادت ص۲۶)

یعنی یہ بات اصول حدیث میں ہے کہ جب کوئی راوی اپنی ہی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے تو وہ اس روایت کردہ حدیث پر عمل ساقط ہو جاتا ہے یعنی وہ اس کے نزدیک منسوخ قرار پاتی ہے"۔ ؎

جواب ۵ : اگر ان احادیث کی روشنی میں رفع یدین کو سنت باقیہ قرار دیا جائے تو حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، عبداللہ بن مسعود، حضرت سعد ابن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبداللہ بن زبیر اور خود راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور ان تمام صحابہ کبار کے شاگردوں پر تارکینِ سنت نبویہ کا الزام آئے گا۔ یا پھر یہ ثابت کرو کہ یہ جملہ حضرات رفع یدین کرتے تھے۔ یا فتویٰ صادر کیجئے کہ یہ سب افراد مخالفین سنت اور تارکین سنت تھے۔

اور اگر نہ ان افراد قدسیہ کو تارکین سنت کہہ سکتے ہو اور نہ رفع یدین ان سے ثابت کر سکتے ہو تو مان لو کہ رفعیدین منسوخ ہو چکا ہے اور مذکورہ احادیث اسی رفعیدین

؎ علامہ ابن حجر کی رحمۃ فرماتے ہیں، "واما عمل الراوی بخلاف مرویہ لانہ یدل علی النسخ" اور راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل تو وہ نسخ پر دلالت کرتا ہے۔ (الخیرات الحسان ص۲۶)

کا ثبوت فراہم کرتی ہیں جو کچھ عرصہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا تھا۔

جواب ۶ ؛ اگر اس کے باوجود بھی کسی راستہ پر نہیں آتے ہو تو مندرجہ ذیل تحریر میں غور و خوص کرو، ہو سکتا ہے کہ بات سمجھ میں آجاتے۔

باب اول میں ہم ترمذی شریف، ابوداؤد، مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے نقل کر آئے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، نے جماعت صحابہ و تابعین کے سامنے نماز پڑھی، اُس نماز کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز قرار دیا۔ اور اس میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ کہیں رفع یدین نہیں کیا۔

اس حدیث کو امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے حسن فرمایا ہے اور کہا کہ متعدد اہل علم صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اسی پر عمل ہے۔

اب غور فرمایئے کہ اس حدیث اور آپکی پیش کردہ احادیث میں تعارض واقع ہو رہا ہے۔ ایک حدیث رفع یدین من الرسول علیہ السلام ثابت کرتی ہے اور دوسری حدیث اس کی مخالفت کرتی ہے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ جب دو احادیث میں تعارض آجاتے تو اسکو رفع کیسے کیا جاتا ہے؟ اس کی تین صورتیں ہیں:

۱؎ دونوں احادیث کو ترک کر دیا جائے۔

۲؎ ایک پر عمل کیا جائے اور دوسری کو ترک کر دیا جائے۔

۳؎ دونوں احادیث میں اس طرح تطبیق پیدا کی جائے کہ بیک وقت دونوں پر عمل ہو سکے۔ اور کسی کا بھی ترک لازم نہ آئے۔

تیسری صورت نہایت موزوں اور بہتر ہے۔ اور اسی پر اہلسنت وجماعت کا عمل ہے۔

غیر مقلدین حضرات عبداللہ بن عمر رض والی حدیث پر عمل کرتے ہیں جبکہ وہ حدیث جس پر خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ صحابہ کرام اور متعدد اہل علم صحابہ کرام اور تابعین کا عمل ہے اُسے ترک کر دیتے ہیں۔

الحمد للہ! اہلسنت دونوں احادیث مبارکہ پر عمل پیرا ہیں۔ حدیث عبداللہ ابن عمر رض

اس وقت کے متعلق ہے جب رفع یدین کیا جاتا تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ لہٰذا اب حدیث عبداللہ ابن مسعود پر عمل کیا جائے گا۔ جیسے کہ اہل علم صحابہ کرام اور تابعین نے عمل کیا۔

آپ حضرات ایک حدیث کو ترک کر دیتے ہیں اور ایک پر عمل کرتے ہیں جب کہ احناف دونوں احادیث کو درست قرار دیتے ہیں جو کہ حنفی مسلک کی جامعیت کی دلیل ہے۔

جواب ۷ ، اگر اس بات کو دل قبول کرنے سے قاصر ہے تو آخری اور فیصلہ کن بات سنیئے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کو حکم تھا کہ "نماز میں میرے نزدیک تم میں سے وہ رہے جو علم و عقل والا ہو"

اب مقام غور ہے کہ اس معیار پر حضرت عبداللہ ابن مسعود رض پورے اُترتے ہیں یا عبداللہ ابن عمر رض؟

علامہ شمس الدین ذہبی شافعی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"حارثہ ابن مضرب نے فرمایا کہ ہم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ خط پڑھ کر سنایا گیا۔ جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ:

"میں تمہاری طرف عمار بن یاسر کو امیر اور عبداللہ ابن مسعود ۱؎ کو وزیر اور معلم بنا کر بھیج رہا ہوں اور وہ دونوں حضور علیہ السلام کے معظم صحابہ رض میں سے ہیں، اہل بدر میں سے ہیں، پس ان کی اقتداء کرو اور اُن کو توجہ سے سنو، اور یقیناً میں نے عبداللہ بن مسعود کے معاملے میں تم لوگوں کو اپنے اوپر ترجیح دی ہے۔ (یعنی مجھے عبداللہ بن مسعود کو اپنے پاس رکھنا چاہئے تھا مگر میں تم پر ایثار کر کے انہیں تمہاری طرف بھیج رہا ہوں)"

(تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص۱۴)

۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز کو تمہارے لیے ابن مسعود پسند کرے میں تمہارے لیے اسی پر راضی ہوں" (مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۱۹)

نیز فرمایا: ابن مسعود کے عہد اور تحقیق کو مضبوطی سے قائم رکھو اور اس پر جمے رہو" (الاستیعاب جلد اول ص۳۵۹)

یقیناً جب عبداللہ بن مسعود اہل بدر میں سے ہیں اکابر صحابہ میں سے ہیں جن کی حضرت عمر[1] رضی اللہ عنہ نے مدحت سرائی کی ہے۔ اور جو ہر وقت آخر عمر تک حضور علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے کہ صاحب السواک والنعل جنکا لقب مشہور تھا[2]۔ تو یقیناً وہ نماز میں بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کھڑے ہوتے تھے۔ تو وہ حضور علیہ السلام کے افعال زیادہ مناسب طور پر دیکھتے تھے نہ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو ابھی نوجوان تھے اور پچھلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں عبداللہ بن مسعود تو حضور علیہ السلام کے اس ظاہری دُنیا سے پردہ فرمانے تک صاحب النعال (نعلین مقدس اٹھانیوالے) رہے تو یقیناً آخری عمر میں حضور علیہ السلام رفعیدین نہیں کرتے تھے، تبھی تو انہوں نے انہوں نے رفعیدین نماز میں نہیں کیا۔ اور فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔

اور جب کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد امام مجاہد تابعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک حضرت عبداللہ ابن عمر رضی کی خدمت میں رہا مگر آپ نے ایک مرتبہ بھی سوائے تکبیر تحریمہ کیلئے رفعیدین نہیں کیا۔ تو بتائیے کہ آپکی اس دلیل اوّل کی علمی دُنیا میں کیا وقعت وحیثیت ہے۔

دلیل دوم[2]

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع وکان لایفعل ذلک فی السجود

---

[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب فقہا کوفہ کو دیکھا تو آپ نے ابن مسعود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تو نے اس شہر کو علم و فقہ سے بھر دیا۔" (مقدمہ نصب الرایہ از علامہ کوثری)

[2] حضرت ابو موسیٰ اشعری رض کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہر وقت حضور علیہ السلام کے پاس رہتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کسی وقت حجاب نہ کرتے۔" (امام اعظم اور علم حدیث صـ ۶۵)

(صلوٰۃ الرسول صـ ۲۳۲)

فمازالت تلک صلوٰتہ حتیٰ لقی اللہ تعالیٰ" (تلخیص الجبیر لعسقلانی)

یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین فرماتے اور جب رکوع کرتے تو رفعیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو رفعیدین کرتے اور سجود میں رفعیدین نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک۔ یعنی وفات مبارکہ تک آپ کی نماز اسی حالت پر رہی کہ آپ رفعیدین کرتے رہے۔

جواب

تحقیقی جواب لکھنے سے قبل ہم غیر مقلدین حضرات سے ایک دو سوال کرتے ہیں

۱ اگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات شریف تک رفعیدین کرتے رہے تھے تو انہوں نے وفات شریف کے بعد خود کیوں ترک کر دیا تھا؟

۲ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات شریف تک رفعیدین کرتے رہے تھے تو حضرات خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ صحابہ کرام اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور دیگر اہل علم صحابہ کرام (ترمذی شریف کی تصریح کے مطابق) کو رفعیدین سے کیا دشمنی تھی کہ وہ رفعیدین نہیں کرتے تھے؟

۳ "تلخیص الجبیر" صحاح ستہ کی کس نمبر پہ آنیوالی حدیث کی کتاب ہے؟

۴ قرآن حکیم کی کونسی آیت یا حدیث نبوی میں ہے کہ جب غیر مقلدین کے علاوہ کوئی دوسرا فرد کوئی حدیث پیش کرے تو تم صحاح ستہ کا حوالہ طلب کرنا اور جب اپنی بات ثابت کرنی چاہو تو تم پر یہ شرط عائد نہ ہوگی؟ ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین

جواب ۲

اب ذرا اس حدیث کی سند کے راویوں کا حال ملاحظہ فرمائیں۔

اس میں ایک راوی عصمۃ بن محمد الانصاری ہے۔

(۱) قال ابوحاتم عصمۃ بن محمد الانصاری لیس بقوی۔"

یعنی عصمۃ بن محمد الانصاری قوی نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال ص۶۸)

(۲) وقال یحییٰ بن معین عصمۃ بن محمد الانصاری کذاب یضع الحدیث۔ (ایضاً)

یعنی فن جرح وتعدیل کے امام یحییٰ ابن معین فرماتے ہیں۔ کہ عصمت بن محمد الانصاری بہت بڑا جھوٹا آدمی تھا اور اپنی طرف احادیث گھڑ لیا کرتا تھا۔

(۳) وقال العقیلی یحدث بالبواطیل من ثقات۔ (ایضاً)

یعنی عقیلی کہتے ہیں کہ عصمۃ بن محمد انصاری اپنی طرف سے باطل احادیث بنا کر ثقات قسم کے لوگوں سے منسوب کرکے روایت کر دیتا تھا۔

(۴) وقال دارقطنی وغیرہ متروک۔" (ایضاً)

یعنی امام دارقطنی اور ان کے علاوہ محدثین نے فرمایا ہے کہ عصمت بن محمد انصاری متروک ہے۔

(۵) وقال ابن عدی عصمۃ بن محمد الانصاری کل حدیثہ غیر محفوظ۔" (ایضاً)

ابن عدی فرماتے ہیں کہ عصمۃ بن محمد انصاری کی بیان کردہ ہر حدیث غیر محفوظ ہے۔

دوسرا راوی عبدالرحمن بن قریش ہے جن کے متعلق علامہ ذہبی رح فرماتے ہیں۔
عبدالرحمن بن قریش بن خزیمہ ہروی سکن بغداد اتہمہ السلیمانی بوضع الحدیث۔"

(میزان الاعتدال ص۵۸۲ ج۲)

غیر مقلدین حضرات۔ احادیث کی اسناد پر بہت زور دیتے ہیں لیکن جب اپنے مسلک کی تائید میں کوئی حدیث پیش کرتے ہیں تو انہیں صحاح ستہ کے ساتھ ساتھ اسناد بھی بھول جاتی ہیں، آخر کیوں؟

بہر حال مخالفین کی پیش کردہ دلیل دوم انتہائی کمزور اور ناقابل قبول ہے کیوں کہ

یہ حدیث موضوع ہے۔

دلیل سوم: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"لانظرن الی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یصلی ...... فلما اراد ان یرکع رفعہما مثل ذلک ثم وضع یدیہ علی رکبتہ قال فلما رفع رأسہ من الرکوع رفعہما مثل ذلک۔"

(ابوداؤد جلد اول ص ۱۱۲ طبع ملتان)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھا کہ آپ کس طرح نماز پڑھتے ہیں، (یہاں تک کہ) جب آپ رکوع کرنے لگے تو رفعیدین کیا، پھر آپ نے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا، پھر جب رکوع سے سر انور اٹھایا تو پھر رفعیدین کیا اسی طرح۔"

جواب

ہم کب کہتے ہیں کہ امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفعیدین نہیں کیا تھا؟ بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رفعیدین کیا تھا، مگر ایک مدت خاص تک، اس کے بعد آپ نے ترک فرمادیا۔ جس کے دلائل باب اول میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس حدیث پاک میں بھی اسی وقتی رفعیدین کا ذکر ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مدت معینہ تک کیا تھا۔ اگر آپ بضد ہیں تو بتائیں کہ حدیث میں وہ کونسا جملہ ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم "تا زیست نماز میں رفعیدین کرتے رہے۔

جواب ۲ کیا حضرت وائل بن حجر رض حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروق اعظم حضرت عثمان غنی، حضرت مولیٰ علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی مثل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیل ونہار، قول وافعال اور خصائل وعادات سے واقف تھے؟

۲۔ ایک صحابی دیہات میں رہائش رکھتے ہوں اور کبھی کبھی انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہو، تو کیا آپ احکام کے معاملے میں اُس دور دراز کے دیہات میں رہنے والے صحابی کی بات کو ترجیح دیں گے یا اُن صحابہ کرام کے اقوال و افعال کو جنہیں ہر وقت حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و قربت حاصل تھی۔

افسوس صد افسوس! آپ اُن مقبولانِ بارگاہِ نبوی کی بات نہیں مانتے، جن کے متعلق فخر الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین" (مشکوٰۃ)؛ یعنی میری اور خلفائے راشدین کی سُنّت پر عمل کرو۔"

۳۔ آپ خلفائے راشدین کی بات کو ترجیح نہیں دیتے اور وہ صحابی جو گاہے بگاہے حاضرِ خدمت ہوتے تھے اُن کی بات کو ان حضرات پر ترجیح دیتے ہو۔ کیا علمی دُنیا میں آپ کے اس طریقہ کار کا کچھ وزن ہو سکتا ہے؟

۴۔ کیا حضرت وائل ابن حجر کو نسخِ احکام کی فوراً خبر ہو جاتی تھی کہ آپ اُن پر مکمل طور پر عمل کرتے تھے۔ تاکہ اُن کی ہر بات و مشاہدہ قابلِ قبول ہو جاتے۔

یہ حدیث فقط مندرجہ بالا اُمور و حقائق کو مدِ نظر رکھ کر دیکھی جائے تو قطعاً قابلِ استدلال نہیں رہتی کہ ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہنے والوں کی روایات، مشاہدات اور اعمال کو چھوڑ دیا جائے اور ایک یا دو مرتبہ حضور علیہ السلام کی نماز کا مشاہدہ کرنے والے کی بات کو، قربِ رسول میں رہنے والوں کے مشاہدات پر ترجیح دی جائے یہ کہاں کا انصاف ہے۔

[1] وائل بن حجرؓ: حضرت موت کے سرداروں میں سے تھے حضور علیہ السلام کی خدمت میں بصورتِ وفد حاضر ہوئے، آنحضرت نے اپنے اصحاب سے ان کے آنے سے پہلے یہ خوشخبری سُنا دی تھی اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ تمہارے پاس بہت دُور سے وائل بن حجر آرہے ہیں ان کا آنا اطاعت گزاری، خدا اور اس کے رسول کے شوق و رغبت کے لیے ہے یہ حاضر ہوئے تو آنحضرت نے مرحبا کہا اور اپنے قریب جگہ دی[1]۔ سنہ ۹ھ میں اسلام قبول کیا۔ ([1] الاکمال فی اسماء الرجال)

جواب ۵

دورِ تابعین میں بھی اِس حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اجلۂ تابعین وتبع تابعین اس کا رد کرتے تھے۔ لہٰذا ہم کیسے اِس سے استدلال کریں۔

جب حضرت وائل بن حجرؓ کی یہ حدیث حضرت ابراہیم نخعی کی خدمت میں پیش کی گئی تو اُنہوں نے درج ذیل جواب دیا۔

اعرابی[1] لا یعرف شرائع الاسلام ولم یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا صلوٰۃ واحدۃ" وقد حدثنی من لا احصی عن عبداللہ بن مسعود انہ کان یرفع یدیہ فی بدء الصلوٰۃ فقط وحکاہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعبداللہ بن مسعود عالم" شرائع الاسلام وحدودہ ومتفقد" احوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ملازم" لہ فی اقامۃ واسفارہ وقد صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم مالا یحصیٰ" (مسندِ امام اعظم صـ)

یعنی ابراہیم نخعی نے ارشاد فرمایا کہ حضرت وائل بن حجر دیہات کے رہنے والے تھے۔ اسلام کے احکام سے پوری طرح واقف نہ تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پوری زندگی میں فقط ایک آدھ نماز پڑھ سکے اور مجھے بے شمار لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ صرف نماز کی ابتداء میں رفعیدین کرتے تھے پھر کسی جگہ رفعیدین نہیں کرتے تھے اور اس بات کو حضور علیہ السلام سے بیان کرتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود اسلام سے مکمل خبردار اور حضور علیہ السلام کے سفر حضر کے ساتھی تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گویا ہر وقت چمٹے رہتے تھے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنی نمازیں پڑھیں کہ جن کا ہم شمار ہی نہیں کر سکتے۔ (تو اتنی باتوں کے ہوتے ہوئے میں وائل بن حجر کی حدیث کو کیسے قبول کر لوں؟)

۲۔ جناب مغیرہ[2] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم کی خدمت میں حدیثِ وائل ابن حجر رفعیدین کے ثبوت میں پیش کی تو آپ نے فرمایا کہ: ان کان وائل راہ مرۃ یفعل

[1] اُردو زبان کا محاورہ ہے جو قلت پر دلالت کرتا ہے۔ [2] مغیرہ بن مقسم کوفی م ۱۳۳ھ

ذلک فقد رآہ عبداللہ بن مسعود خمسین مرۃ" لایفعل ذلک :

طحاوی شریف جلد اول صفحہ ۱۶۲

یعنی ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت وائل ابن حجر نے حضور علیہ السلام کو صرف ایک مرتبہ رفعیدین کرتے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کے مقابلہ میں پچاس مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ چکے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں رفعیدین نہیں کرتے تھے" :

جس بات کو تابعین ، محدثین ، اور اجلۂ ائمہ وعلماء ابتداء سے رد کرتے آئے ہوں ، غیر مقلدین اس سے استدلال کر کے دین کی کونسی خدمت سرانجام دینا چاہتے ہیں؟

جواب ۶ اُمتِ مسلمہ میں تفرقہ اور انتشار ڈالنے کی بجائے انصاف و دیانت سے کام لو ، اور ابوداؤد کی اس حدیث کی سند پر ایک طائرانہ نظر ڈالو حقیقت عیاں ہو جائیگی ۔

"حدثنا مسدد نا بشر بن المفضل عن عاصم ابن کلیب عن ابیہ عن وائل ابن حجر قال قلت لانظرنّ الی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کیف یصلی" ؛

(ابوداؤد جلد اول صفحہ ۱۱۲)

اس حدیث کی سند میں وہی راوی ہے جن سے ہم ترک رفعیدین کی حدیث لیتے ہیں ہم کیا ہیں صحاح ستہ کے مصنفین اور اجلہ محدثین نے ان سے روایت لی ہے تو آپ عاصم ابن کلیب کے خلاف آسمان سر پر اُٹھا لیتے ہیں ۔ لیکن یہاں بھی تو وہی راوی ہے مگر یہاں آپکو سند میں کوئی کمزوری نظر نہیں آئی ، آخر کیوں ؟ کچھ تو آخرت کا بھی فکر کرو" ۔

فصل دوم

حدیث طویل ہے لہٰذا موضوع کی مناسبت سے کچھ حصّہ تحریر کیا جاتا ہے ۔

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں حضور

علیہ السلام کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں ، چنانچہ انہوں نے نماز پڑھی اور : ثم یکبر ویرفع یدیہ حتی یحاذی بہما منکبیہ ثم یرکع ویضع راحتیہ علی رکبتیہ ثم یرفع رأسہ فیقول سمع اللہ لمن حمدہ ثم یرفع یدیہ حتی یحاذی بہما منکبیہ الخ

یعنی انہوں نے نماز میں رکوع سے پہلے بھی اور بعد میں بھی رفعیدین کیا ۔ جب وہ نماز پڑھ چکے تو فرمایا "قالوا ہکذا کان یصلی" یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے :

غیر مقلدین اس حدیث مبارکہ سے رفعیدین کے اثبات کا استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت ابوحمید نے تقریباً دس صحابہ کرام کے سامنے رفع یدین کیا اور سب نے اس کی تصدیق کی کہ واقعی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں رفعیدین کرتے تھے ۔

جواب

اس حدیث کی ابتداء اس طرح ہے "فقال ابوحمید الساعدی انا اعلمکم بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا لم ماکنت اکثر نالہ تبعاً ولا اقدمنا لہ صحبۃ" قال بلیٰ :

(بیہقی شریف جلد دوم صفحہ ۷۲ ، ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۲۰)

یعنی ابوحمید الساعدی نے دس صحابہ کرام سے فرمایا کہ میں تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سکھلاتا ہوں ۔ تو اس پر تمام صحابہ کرام کہنے لگے کہ اے ابوحمید تم ہم سے زیادہ تو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں رہے اور نہ تم ہم سے پہلے صحابی بنے ۔ اس پر حضرت ابوحمید نے فرمایا کہ "بالکل ایسے ہی ہے" :

لہٰذا پتہ چلا کہ حضرت ابوحمید ساعدی صحابہ کرام میں نہ تو عالم و فقیہ تھے اور نہ ہی صحابہ کبار میں سے تھے ۔ نہ ہی اُنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیادہ صحبت میسّر ہوئی تھی جبکہ اس کے مقابلہ میں ہم بابِ اول میں ثابت کر آئے ہیں کہ حضرات خلفاء راشدین ، عشرہ مبشرہ اور عبداللہ بن مسعود جیسے اہلِ علم و فقہ کا مسلک و عمل اس کے برخلاف ہے ۔ تو ترجیح

انہیں اصحاب کو دی جائے گی۔ جن کی پیروی کا محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے "علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین"۔ تم پر میری سنت لازم ہے اور میرے خلفائے راشدین کی"۔

باقی رہ گئے وہ دس صحابہ کرام جنہوں نے "ہکذا کان یصلی" فرما کر حضرت ابوحمید ساعدی کی تصدیق فرمائی تھی۔ تو سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ان دس صحابہ کرام میں سے بیہقی، ابوداؤد ابن ماجہ میں حضرت ابوقتادہ الحارث کا نام نامی ملتا ہے مگر دیگر نو صحابہ کرام کا ذکر کہیں بھی نہیں ہے۔ کہ معلوم کیا جائے کہ ان کی علمی حیثیت کیا تھی کیا وہ بھی گاہے گاہے حاضری دینے والے تھے کہ انہوں نے رفعیدین وقتی ملاحظہ کیا تھا۔ لہذا منسوخ ہونے کا علم نہیں تھا اور انہوں نے تصدیق فرما دی۔ بہرحال وہ دس صحابہ بھی کیسے ہی ہوں، خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، عبداللہ بن مسعود اور ان کے اصحاب کے مرتبے کو کب پہنچ سکتے ہیں۔

اب اس حدیث کی سند ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا سود قال حدثنا یحیٰی وہذا حدیث احمد قال حدثنا عبدالحمید یعنی ابن جعفر اخبرنی محمد ابن عمرو بن عطاء قال سمعت ابا حمید الساعدی فی عشرۃ الخ

(ابوداؤد جلد اول صہ ۱۰۴)

• ـــ امام علاؤالدین الماردینی فرماتے ہیں:

"قلت عبدالحمید (ابن جعفر) مطعون فی حدیثہ" (الجوہر النقی صہ ۶۹)

یعنی میں کہتا ہوں کہ عبدالحمید ابن جعفر اپنی حدیث میں مطعون ہے، منکر ہے یعنی اسکی بیان کردہ حدیث قابل قبول نہیں ہوتی۔ امام ماردینی نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ اس فن کے امام یحییٰ بن سعید کے حوالہ سے ذکر کی ہے چنانچہ فرمایا کہ "کذا قال یحییٰ بن سعید وہو امام الناس فی ہذا الباب"۔

(الجوہر النقی صہ ۶۹)

• ـــ دوسرے راوی محمد بن عمرو بن عطاء ہیں۔

ان کے بارے میں امام طحاوی اور امام ماردینی فرماتے ہیں کہ اس نے نہ تو حضرت

ابوحمید ساعدی سے سنا اور نہ ہی ابوقتادہ سے۔ (الجوہر النقی صہ ۶۹ جلد دوم)

محدثین کرام محمد بن عمرو بن عطاء کی ملاقات حضرت ابوحمید ساعدی سے نہیں مانتے لیکن وہ کہتا ہے کہ "سمعت ابا حمید الساعدی"۔ یعنی میں نے ابوحمید ساعدی سے سنا، تو یہ خلافِ واقعہ ہوا۔ دیگر یہ کہ اس وجہ سے درمیان میں ایک مجہول الحال راوی چھوٹ گیا۔

• ـــ اس حدیث میں بھی حضور علیہ السلام کے متعلق رفعیدین کی تصدیق ہوئی مگر یہ نہ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عمر تک رفعیدین کرتے رہے۔

بہرحال اس دلیل میں مندرجہ ذیل نقائص ہیں جن کی وجہ سے قابل قبول نہیں۔

۱۔ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ کے ساری زندگی رفعیدین کا ثبوت موجود نہیں۔

۲۔ اس کا بیان کرنے والا عالم و فقیہ نہیں کہ اس کی حدیث کو صحابہ کبار کے عمل پر ترجیح دی جائے۔

۳۔ یہ حدیث عام صحابہ کرام کے عمل کے بھی خلاف ہے۔

۴۔ اس حدیث کا ایک راوی مجہول الحال ہے۔

۵۔ اس میں ایک راوی ایسا جھوٹا ہے کہ اس کی ملاقات حضرت ابوحمید سے نہیں ہوئی مگر پھر بھی کہتا ہے کہ "سمعت" یعنی میں نے سنا ہے۔

۶۔ اس حدیث کا ایک راوی عبدالحمید ابن جعفر منکر الحدیث اور مطعون فی الحدیث ہے۔

فصل سوم

اس فصل میں ہم مختصراً ان اقوال امت کا جائزہ لیتے ہیں جنہیں غیر مقلدین رفعیدین کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ اور ببانگ دہل کہتے ہیں کہ ہم تو علماء احناف کا حوالہ دیتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ احناف کی مسلمہ شخصیات بھی رفعیدین کی قائل ہیں۔

یہ ان حضرات کی اپنی ذاتی رائے ہے۔ اکثریت علمائے احناف کی رائے کو ان کے مقابلہ میں ترک کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

لیکن یہ امر بھی تب ہے جب کہ علماء نے ایسا فرمایا ہو۔ علمائے غیر مقلدین نے اس مقام پر عجیب چال چلی ہے کہ علماءِ اُمت کی طرف وہ چیزیں منسوب کی ہیں جن کے وہ قائل ہی نہ تھے۔ چند مثال ملاحظہ فرمائیں۔

• ــــ امام محمد بن حسن الشیبانی علیہ الرحمۃ کے متعلق غیر مقلدین کی پُرخطر سازش، الامان و الحفیظ..... مشہور غیر مقلد عالم مولوی حکیم محمد صادق سیالکوٹی اپنی کتاب صلوٰۃ الرسول صہ ۲۴۴ پر جلی حروف سے لکھتے ہیں: "سرتاجِ احناف حضرت امام محمدؒ کا نعرہ حق رفعیدین برحق۔"

اس کے بعد آگے چل کر فرماتے ہیں "آپ اپنی مشہور کتاب مؤطا امام محمد میں رفعیدین کی صحیح حدیث لاتے ہیں۔ دیکھا آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ رح کے مایہ ناز شاگرد حضرت امام محمدؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث اپنی کتاب مؤطا میں لاکر تسلیم کرلیا کہ رفعیدین اُن کے نزدیک سنتِ صحیحہ ثابتہ ہے۔ اب تو برادران احناف کو بھی یہ سنت اپنالینی چاہئے"

(صلوٰۃ الرسول صہ ۲۴۴)

حقیقت کے چہرے سے نقاب اٹھانے سے قبل، غیر مقلدین حضرات سے ملتجی ہوں کہ کیا کسی حدیث کا اپنی کتاب میں تحریر کردینا اس بات کی دلیل ہے کہ مصنف کا مسلک و مذہب بھی یہی ہے؟

اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ امام بیہقی شافعی، محدث ابوداؤد، مسلم اور صاحب مشکوٰۃ رفع یدین نہیں کرتے تھے کیوں کہ انہوں نے بھی عدم رفعیدین کی احادیث نقل فرمائی ہیں۔ کچھ تو ہوش و خرد سے کام لو۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ آپکو وہ حدیث منقولہ تو نظر آگئی، مگر امام محمد رح کے یہ فرمودات نظر نہ آئے۔

• ــــ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

فاما رفعیدین فی الصلوٰۃ فانہ یرفع الیدین حذ و الاذنین فی ابتداءِ الصلوٰۃ

مرۃ واحدۃً ثم لا یرفع فی شیءٍ من الصلوٰۃ بعد ذلک و ہذا کلہ قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ و فی ذلک آثارٌ کثیرۃٌ۔"

(مؤطا امام محمد صہ ۹۰-۹۱ طبع کراچی)

یعنی امام محمد رح ارشاد فرماتے ہیں: بہر حال نماز میں رفعیدین کرنا تو آدمی نماز کی ابتداء میں دونوں کانوں تک ہاتھ اٹھائے ایک ہی مرتبہ پھر کسی جگہ رفعیدین نہ کرے نماز میں اس کے بعد، یہ تمام فرمان امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اس میں کثرت سے آثار وارد ہوتے ہیں۔"

جناب حکیم صاحب! ارشاد فرمائیں وہ تو امام محمد کا نعرہ حق تھا یہ کیا ہے؟

• ــــ قال محمد اخبرنا محمد ابن ابان بن صالح عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابی قال رأیت علی ابن طالب رفع یدیہ فی تکبیرۃ الاولیٰ من الصلوٰۃ المکتوبۃ ولم یرفعہما فیما سوی ذلک۔ (مؤطا امام محمد صہ ۹۲)

یعنی حضرت عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی ابن ابی طالب کو دیکھا کہ انہوں نے فرض نماز میں تکبیر اولیٰ کے وقت رفعیدین کیا پھر اس کے علاوہ کسی جگہ نہیں کیا۔"

اگر غیر مقلدین امام محمد رح کو نعرۂ حق بلند کرنیوالا مجاہد مانتے ہیں تو مندرجہ بالا عبارات بار بار پڑھیں اور رفعیدین ترک کردیں ورنہ امتِ مسلمہ میں افتراق و انتشار کا باعث تو نہ بنیں۔

اس کے بعد امام محمد علیہ الرحمۃ نے کل چھ احادیث ذکر فرمائی ہیں جو رفعیدین کے خلاف ہیں اور مسلک حنفی کے مطابق ہیں۔ لیکن افسوس مخالفین کو پہلی حدیث نظر آتی ہے چھ نظر کیوں نہیں آتی؟ اور نہ ہی امام محمد رح کا یہ فرمان کہ نماز کی ابتداء کے علاوہ کسی جگہ رفعیدین نہیں کرنا۔"

۲: رفعیدین کے متعلق چار سو روائتیں۔

یہ ہے وہ عنوان جو حکیم مولوی محمد صادق صاحب سیالکوٹی غیر مقلد نے اپنی

کتاب صلوٰۃ الرسول کے صہ ۲۳ پر تحریر فرمایا ہے:"

چنانچہ اس عنوان کے تحت ارشاد فرماتے ہیں، کہ "علامہ مجدالدین فیروز آبادی مصنف قاموس "سفر السعادت" میں لکھتے ہیں:

"کثرتِ ایں معنی بہ تواتر ماندہ است وچہار صد اثر وخبر دریں باب صحیح شدہ"۔

یعنی رفعیدین کا کرنا کثرت روایات کی وجہ سے تواتر کو پہنچا ہوا ہے اور اس مسئلہ میں چار سو صحیح آثار واخبار وارد ہوئی ہیں"۔

جواب

غیر مقلدین نہ مانیں تو بڑے بڑے محدثین وعلمائے امت وصحابہ کرام کے ارشادات نہ مانیں اور ماننے پر آئیں تو بلاتحقیق کسی کے قول کو بھی قبول کر لیتے ہیں۔ دنیا کے تمام غیر مقلدین کو چیلنج ہے کہ وہ چار سو صحیح آثار واخبار جمع کر کے دکھائیں، تاکہ ہم بھی تو دیکھیں کہ کون سے وہ چار سو آثار ہیں جو رفع یدین کے اثبات میں ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح ارشاد فرماتے ہیں:

"مصنف اینجا سخن مبالغہ کردہ واز حد در گزرانیدہ"۔

(شرح سفر السعادت صہ ۶۵ طبع سکھر)

یعنی مصنف نے اس جگہ انتہائی مبالغہ آمیزی کی ہے اور حد سے بالکل گزر گئے ہیں"۔

خوب! علامہ فیروز آبادی کا مبالغہ تو غیر مقلدین کو قبول ہے مگر وہ احادیث وآثار جو علمائے احناف پیش کرتے ہیں وہ گراں گزرتے ہیں۔

۳ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت"۔

(حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم صہ)

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا یہ قول پیش کر کے غیر مقلدین حضرات احناف کو رفعیدین کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔

۱ اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ غیر مقلدین حضرات بتائیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا یہی ایک فرمان تمہارے نزدیک قابل عمل ہے یا باقی تعلیماتِ[1] بھی؟ اگر تم ان کی باقی باتوں کو حجت نہیں مانتے تو فقط اس فرمان کو کیسے حجت بنایا جا سکتا ہے؟

۲ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ رفع یدین والی احادیث کثیر ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اتنی کثیر احادیث نے یہ کہیں بھی ثابت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام زندگی رفعیدین کیا ہے؟

۳ اکابر واجلہ واہل علم صحابہ کرام نے رفع یدین کیوں ترک کر دیا تھا؟

آپ اقوال امت پیش کر رہے ہیں، ہم حنفی ضرور ہیں مگر حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی تحقیق جو مندرجہ بالا سوالات کا جواب دینے سے قاصر ہے ہمارے لئے حجت کیسے بن سکتی ہے؟

---

[1] حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم ولما اندرست المذاہب الحقۃ الا ہذہ الاربعۃ کان اتباعہا اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنہا خروجا عن السواد الاعظم۔ (عقد الجید صہ ۳۷ طبع ترکیہ)

غیر مقلدین خط کشیدہ عبارت کو بار بار پڑھیں اور ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک تقلید کریں ورنہ بقول شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ سواد اعظم سے خارج ہو جاؤ گے۔

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ فیوض الحرمین میں تحریر فرماتے ہیں:-

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مذہب حنفی ایک بہترین طریقہ ہے اور وہ بہت موافق ہے اس طریقہ مسنونہ کے جو کہ مدون کیا گیا بخاری اور اس کے اصحاب کے زمانہ میں"۔ (فیوض الحرمین صہ ۱۳۶)

۱۔ حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رفعیدین

مولوی حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول کے صہ ۲۳۵ پر غنیۃ الطالبین

کے حوالہ سے حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

"رفع الیدین عند الافتتاح والرکوع والرفع منہ"

یعنی نماز شروع کرتے وقت اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے

وقت رفعیدین کرنا چاہیئے۔

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ[1] کے اس فرمان کو غیر مقلدین حضرات بہت زیاد

پیش کرتے رہتے ہیں اور اہلسنت کے عوام کو کہتے ہیں کہ وُہ غوث پاک جن کو تم پیران پیر

کہتے ہو وہ بھی رفعیدین کرتے تھے۔ لہٰذا عوام بیچارے لاجواب ہو کر رہ جاتے ہیں۔

جواب: حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ[1] چونکہ فقہ میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ

کے مقلد تھے اور ان کی تحقیقات پر اعتماد کرتے تھے لہٰذا حنبلی مسلک کے مطابق رفعید

کرتے تھے۔

اگر تمہارے نزدیک حضور غوث پاک کے اس فرمان کی اس قدر اہمیت ہے

یہ فرمان اُن کا امام احمد بن حنبل کی پیروی کی نشان دہی کرتا ہے کم از کم تم بھی اُن کی طرح

تقلید کو درست کر لو۔ یا صرف میٹھی میٹھی ہپ ہپ کڑوی کڑوی تھو، تھو، والی بات ہے

کیا آپ حضرت پیران پیر کا صرف مندرجہ بالا فرمان ہی مانتے ہو یا مندرجہ ذیل

فرمودات پر بھی عمل پیرا ہو۔

• ہم ایمان رکھتے ہیں کہ مردہ اپنے زیارت کرنیوالے کو پہچانتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین

• تراویح کی بیس[2] رکعتیں ہیں۔ (ایضاً صہ ۵۶۷)

• یارسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی طرف آپ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں تاکہ

---

[1] نواب صدیق حسن غیر مقلد نے بھی شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔" (تراجم علمائے حدیث

وہ میرے گناہ بخش دے[1]۔" (غنیۃ الطالبین صہ ۳۲)

۲۔ ہم نے صحاح ستہ کی احادیث پیش کی ہیں جن سے روز روشن کی طرح عیاں کہ حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رفعیدین کا عمل ترک کر دیا تھا۔ خلفائے راشدین وعشرہ مبشرہ

صحابہ کرام اور دیگر اہل علم صحابہ کرام اور تابعین بھی ترک رفعیدین کے قائل تھے۔ پس ان

کے مقابلہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے قول کو ترجیح نہ دی جائے گی۔

۳۔ سیدنا غوث الاعظم رح سے عقیدت و اُلفت ہمارے ایمان کا جُزو ہے

مگر یہ تعلق سلسلہ روحانیت میں ہے۔ جس سے تم لوگ سراسر محروم ہو[1]۔ رہا اعمال

فقہی میں اعتماد تو وہ ہمارا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تابعی اور آپ کے اصحاب

کی تحقیقات پر ہے۔ لہٰذا محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کا یہ فرمان فقہی اعمال

میں لائق ترجیح ہرگز نہیں ہو سکتا۔

۴۔ سیدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے کثیر تعداد میں حنفی شاگرد اور مریدین تھے۔

کیا کوئی ایک قول پیش کر سکتے ہو جس میں اُنہوں نے اُنہیں رفعیدین نہ کرنے پر باز پُرس کی

ہو؟ اگر ہے تو پیش کرو۔ گر نہیں ہے تو آپ کون ہوتے ہیں ان کے فرمودات سے استدلال

پکڑنے والے۔

---

[1] سیدنا عبدالقادر جیلانی رح فرماتے ہیں: نفع اٹھانے والا وُہ ہے جس نے نماز فرض سے

فارغ ہو کر دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اللہ تعالیٰ کی طرف اور نقصان اُٹھانے والا وُہ ہے

جو دُعا کے بغیر مسجد سے نکل گیا۔" (غنیۃ الطالبین صہ ۹۵۴)

• ۔ گردن کا مسح سنتوں میں سے ہے۔ (ایضاً صہ ۸)

اور غیر مقلدین اسے بدعت قرار دیتے ہیں۔

• ۔ گیارہ مرتبہ قل شریف اور کچھ قرآن شریف پڑھ کر اس کا ثواب صاحب قبر

کو بھیجے۔" (غنیۃ الطالبین)

محدثین کے نزدیک قرآن کا ثواب مردہ کو نہیں پہنچتا۔" اخبار اہل حدیث ۱۹ جولائی ۱۹۲۸ء)

[2] ہر مرید الٰہی کے لیے شیخ (پیر) ہونا لازمی ہے۔ (غنیۃ الطالبین صہ ۹۹۷)

۵ ۔۔ دیگر علمائے احناف جو رفعیدین کے مؤید ہیں ۔

اگر کسی عالم دین کی تحقیق رفعیدین کی طرف گئی ہے تو وہ اُس کی اپنی منفرد اور ذاتی رائے ہے ۔ اور یہ وہ علماء ہیں جن کا شمار طبقات مجتہدین میں نہیں ہوتا اسلئے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی تحقیق کے مقابلہ میں اُن کا قول ہرگز قابلِ قبول نہ ہوگا ۔ [1]

---

[1] صاحب درمختار اور صاحب ذخیرہ کا یہ کہنا: "رفعیدین سے نماز میں کچھ فساد نہیں پڑتا"، بالکل صحیح ہے ۔ جناب حکیم مولوی محمد صادق سیالکوٹی غیر مقلد نے یہ اقوال نقل کرکے عوام الناس کو عجیب دھوکا دیا ہے ۔ (الامان الحفیظ) ۔

مسئلہ ترک رفعیدین سے ان اقوال کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا پس منظر یہ ہے، کہ مکحول نسفی نے ایک روایت امام ابوحنیفہ رح کی طرف منسوب کی ہے کہ رفعیدین فعل کثیر ہے اس لیے رفعیدین کرنے سے نماز نہ ہوگی ۔ مکحول کی اس روایت کا رد کرتے ہوئے علمائے احناف نے لکھا ہے کہ مکحول کی یہ روایت امام ابوحنیفہ رح کی ظاہر روایت کے خلاف ہے اس لیے قابلِ قبول نہیں ۔ اور یہ فعل کثیر نہیں اور رفعیدین کرنے سے نماز ہو جائے گی ۔ (خلاصہ) (الفوائد البہیۃ از مولوی عبدالحی لکھنوی م ۱۳۰۴ھ صفحہ ۲۱)

رہا قول مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم کا جس کو حکیم مولوی محمد صادق سیالکوٹی نے اپنی کتاب صلوٰۃ الرسول کے صفحہ ۲۴۳ پر نقل کیا ہے، کا جواب یہ ہے کہ مولانا کا شمار چودھویں صدی کے علمائے احناف میں ہوتا ہے ۔ یہ ان کی اپنی ذاتی اور منفرد رائے ہے اور نہ ہی وہ مجتہد ہیں ۔ اسلئے امام ابوحنیفہ رح امام محمد رح علامہ بدرالدین عینی رح اور صاحب ہدایہ وغیرہ کے مقابلہ میں ان کی رائے ہرگز قابلِ قبول نہ ہوگی ، "فیصلے کثرت پر ہوتے ہیں نہ کہ قلت پر ۔"

سوال : (حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا رفعیدین فرمانا)

علمائے غیر مقلدین ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رح فرماتے تھے کہ ہمیں بچپن میں مدینہ طیبہ میں رفعیدین کی تعلیم دی جاتی تھی ۔

جواب ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کا یہ ارشاد مبارک ہمارے لیے مضر نہیں ہے ۔ آپ لوگ خواہ مخواہ اسکو ہمارے خلاف دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں ۔

ذرا غور تو فرمائیے کہ ہم اہلسنت وجماعت کا موقف کیا ہے رفع یدین کے مسئلہ میں کہ حضور علیہ السلام نے ایک عرصہ تک رفعیدین فرمایا ، پھر ترک فرما دیا ۔ لیکن جن صحابہ کرام نے رفعیدین کرتے دیکھا تھا ضروری نہیں کہ وہ ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے ہوں جس کی وجہ سے انہیں منسوخیت کا بھی علم ہوتا ۔ چنانچہ جنہوں نے رفعیدین کرتے ملاحظہ فرمایا تھا اور انہیں پھر ترک کا علم نہ ہو سکا تو وہ دوسروں کو بھی رفعیدین کی تعلیم دیتے رہے ۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کو بچپن میں ایسے ہی لوگ ملیں ہوں گے جو رفعیدین کرتے تھے ۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ ہی نہیں ہے کہ سب صحابہ کرام و تابعین رفعیدین نہیں کرتے تھے ۔ بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ خلفائے راشدین ، عشرہ مبشرہ اور اہل علم صحابہ کرام اور ایسے افراد جنہیں اکثر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب حاصل رہتا تھا وہ ترک رفعیدین کے قائل تھے ۔ جیسا کہ ہم نے باب اول میں ثابت کیا ہے ۔

۳۔ تیسری عرض یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا تھا کہ جب قرآن و حدیث میں مسلمانوں کے امیر اور امام کبیر حضرت سیدنا عبداللہ بن عامر نے عطیہ بن قیس کو رفعیدین پر ڈٹ جانے پر مارا پیٹا تھا ۔

آپ لوگ کیسے علم و تحقیق کے دعویدار ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز [1] رح کا یہ فرمان تو تمہارے نزدیک لائق التفات بن گیا لیکن اتنے بڑے عالم حدیث و قرآن کے امام اور امام کبیر حضرت عبداللہ بن عامر کا رفعیدین کے ترک پر اُن کا اعتماد و اصرار نظر نہ آیا ۔

---

[1] مشہور تابعی ہیں سنہ ۱۰۱ھ میں وصال ہوا ۔

مندرجہ بالا حقائق سے ثابت ہو رہا ہے۔ کہ جلیل القدر اہل علم و تقویٰ حضرات رفعیدین نہیں کرتے تھے اور اگر ان کے سامنے کوئی اِس منسوخ سُنّت کو سُنّت باقیہ قرار دیتا اور اُن کے سامنے اس پر ڈٹ جاتا تو وہ مارا اور پیٹا بھی کرتے تھے۔

۴۔ چوتھی بات اس سے یہ ثابت ہو رہی ہے کہ اُس زمانے میں بھی رفعیدین نہ کرنے والے مسلمانوں کی کثرت تھی کہ اگر فقط عبداللہ بن عامر اور چند لوگ رفعیدین نہ کرنیوالے ہوتے اور باقی کرنیوالے ہوتے تو ظاہر ہے کہ اقلیت کے حامل لوگ اکثریت والوں کو کیسے مار سکتے تھے۔

تو جب شروع سے ہی رفعیدین کی منسوخیت کے قائلین کی اکثریت رہی ہے تو الحمدللہ! آج ہم اُس زمانے کی اکثریت کے ساتھ ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیہ ہے ”اتبعوا السواد الاعظم“ ”بڑے گروہ کی پیروی کرو“

بہر حال یہ دلیل ہمارے لیے کوئی دقعت نہیں رکھتی بلکہ اس نتیجے پر منتج ہوتی ہے کہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیئے۔

سوال: فرشتے بھی رفعیدین کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سورۃ کوثر نازل ہوئی تو آپ نے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ وانحر سے کیا مراد ہے۔ تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جب تم نماز شروع کرو تو رفعیدین کرو اور جب رکوع کرے تو بھی اور جب رکوع سے اٹھے تو بھی یہی ہماری نماز ہے اور ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کی بھی یہی نماز ہے۔

جواب: یہ حدیث بھی موضوع اور منگھڑت ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ بہت ہی منکر روایت ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ قربانی کے علاوہ اس آیت کی تفسیر میں تمام اقوال غریب اور مردود ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر مترجم جلد)

سوال: امام بیہقی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ رفعیدین عند الرکوع کیا کرتے تھے۔

جواب: اس حدیث کی سند میں کئی خرابیاں ہیں۔

۱۔ اس کا ایک راوی محمد بن اسماعیل سلمی متکلم فیہ ہے۔

۲۔ محمد بن فضل بھی متغیر الحافظہ تھا۔ محمد بن اسماعیل سلمی کو حضرت ابن ابی حاتم ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد۲) امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ اس میں محدثین نے کلام کیا ہے۔ اور محمد بن فضل السدوسی کو اگرچہ اکثر محدثین نے ثقہ کہا ہے لیکن آخر عمر میں متغیر الحافظہ ہو گیا تھا۔

• — حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثقہ ہے ثبت ہے مگر آخر عمر میں اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ (تقریب التہذیب)

• — ابو حاتم کہتے ہیں کہ آخر عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا اور ان کی عقل جاتی رہی تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ)

• — امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس کا حافظہ اتنا متغیر ہو گیا تھا کہ جو حدیث بیان کرتا تو اس کو خود علم نہ ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اس وجہ سے اُس کی حدیث میں منکر باتیں آگئیں پس اس کی حدیث سے گریز کرنا ضروری ہے۔ ایسی حدیث جو اس سے متاخرین نے روایت کی ہو اور جب اس چیز کا علم نہ ہو سکے تو اس کی تمام احادیث متروک قرار دی جائیں گی۔ اور اس کی کسی ایک حدیث سے بھی احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

اعتراض: حضرت علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ ایک ایسی سُنت ہے جس کو خلفائے راشدین ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم بھی کیا کرتے تھے۔

جواب: ان چاروں حضرات سے کسی ایک سے بھی صحیح سند کے ساتھ رفعیدین ثابت نہیں ہے ہاں اس کے برعکس ان حضرات سے ترک رفعیدین ضرور ثابت ہے باب اول ملاحظہ ہو۔ اور راوی نے جس دور میں رفعیدین کیا جا رہا تھا خلفاء راشدین کی اس زمانہ کی حالت کو بیان کیا ہے۔ (کشف الرین، نور الفرقدین) تلخیص

باب چہارم

مناظرہ

مابین

امام ابوحنیفہؒ ــــــ امام اوزاعیؒ

بمقام ــــــ دارالحناطین مکہ مکرمہ

موضوع ــــــ رفع یدین

- ـــ امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث نے اس واقعہ کی درج ذیل سند تحریر کی ہے۔

حدثنا محمد بن ابراہیم بن زیاد الرازی حدثنا سلیمان بن الشاذکونی قال سمعت سفیان بن عیینۃ اجتمع ابوحنیفۃ والاوزاعی بمکہ"

- ـــ امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :

قال ابن عیینۃ انہ اجتمع الامام ابوحنیفۃ مع الاوزاعی بمکۃ فی دار الحناطین فقال الاوزاعی ما بالکم لا ترفعون ایدیکم عند رکوع والرفع منہ فقال لاجل انہ لم یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شئی فقال الاوزاعی کیف لم یصح وقد حدثنی الزہری عن سالم عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ وعند الرکوع وعند الرفع منہ فقال ابوحنیفۃ ثنا حماد عن ابراہیم عن علقمۃ والاسود عن عبد اللہ بن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلوٰۃ ثم لا یعود بشئی من ذلک فقال الاوزاعی احدثک عن الزہری عن سالم عن ابیہ وتقول حدثنی حماد عن ابراہیم فقال ابوحنیفہؒ کان حماد افقہ من الزہری وکان ابراہیم افقہ من السالم وعلقمۃ لیس بدون ابن عمر فی الفقہ وان کانت لابن عمر صحبۃ ولہ فضل صحبۃ فالاسود لہ فضل

کثیر وعبد اللہ عبد اللہ"

- ـــ فتح القدیر شرح ہدایہ از امام ابن ہمام ص ۲۷۰/۱
- ـــ مرقات شرح مشکوٰۃ از ملا علی قاری ص ۲۵۵/۲۶۰
- ـــ عنایہ شرح وقایہ از علامہ اکمل الدین ص
- ـــ عقود الجواہر المنیفہ از سید مرتضیٰ زبیدی ص ۵۸
- ـــ شرح سفر السعادت از شیخ عبد الحق محدث دہلوی ص
- ـــ انصاف از امام الہند شاہ ولی اللہ ص ۶

ترجمہ : سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ اور امام اوزاعی مکہ کے دار الحناطین میں جمع ہوتے گفتگو کے دوران امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا آپ رکوع میں جاتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت رفعیدین کیوں نہیں کرتے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا اسلئے کہ رفعیدین رکوع میں جاتے وقت اور اُٹھتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ امام اوزاعی نے فرمایا یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ مجھے زہری نے بتایا انہوں نے سالم سے اور سالم نے اپنے باپ سے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرنے وقت رکوع کو جاتے اور اٹھتے وقت رفعیدین کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ نے جواب دیا مجھے حماد نے بتایا انہوں نے ابراہیم سے سُنا ابراہیم نے علقمہ اور اسود سے سنا اور اُنہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز شروع کرتے وقت رفعیدین کرتے تھے اور پھر اسے نہیں دہراتے تھے۔ امام اوزاعی نے پھر جواب میں کہا، میں آپکو زہری، سالم اور ان کے والد ابن عمر کی روایت سناتا ہوں اور آپ مجھے حماد اور ابراہیم کی روایت سناتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ جواباً بولے حماد زہری سے زیادہ فقیہ تھے۔ ابراہیم سالم سے بڑھ کر عالم

تھے اور اگر صحابی ہونے کا پاس نہ ہوتا تو میں یہ کہتا کہ علقمہ عبداللہ بن عمر سے زیادہ عالم فقہ تھے اور عبداللہ تو آخر عبداللہ ہیں۔" اس پر امام اوزاعی خاموش ہوگئے۔

ناقلینِ مناظرہ کا مختصر تذکرہ

ابنِ ہمام : محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید سکندری سیواسی المعروف بہ ابن ہمام، کمال الدین لقب تھا۔ سنہ ۷۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور ہوش سنبھالتے ہی اپنے والد اور شہر کے علماء اور فضلاء سے علم پڑھنا شروع کیا۔ چنانچہ فقہ و اصول سراج الدین الشہیر بہ قاری الہدایہ اور بساطی سے پڑھی۔ قاہرہ میں قاضی محب الدین سے استفادہ کیا۔ عربیت کو جمال حمیدی سے اخذ کیا۔ حدیث کو ابی زرعہ عراقی اور جمال حنبلی اور شمس شامی سے سُنا۔ اور مراغی و ابن ظہیرہ سے اجازت حاصل کی۔ یہاں تک کہ اپنے اقران پر تمام علوم میں غالب آئے۔ آپ امام محقق، علامہ، مدقق نظارہ، فروعی، اصولی، محدث، مفسر، حافظ، نحوی، کلامی، منطقی، جدلی، فارس میدان بحث تھے۔

ہدایہ کی شرح فتح القدیر نامی ایسی محققانہ لکھی جس کی نظیر آج تک نہیں ملتی۔ اس کتاب کو آپ نے "کتاب وکالت" تک تصنیف کیا تھا کہ اجل کا پیغام آگیا۔ بقیہ شرح کو قاضی زادہ مفتی رومی م سنہ ۹۸۸ھ نے کامل کیا۔ اس کے علاوہ کتاب تحریر، کتاب مسائرہ اور زاد الفقیر تصنیف کی۔

علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے حسن المحاضرہ میں شیخ ابی العباس احمد بن محمد مرسی صوفی م سنہ ۸۶۱ھ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ شیخ کمال الدین ابن ہمام اکثر آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کی تصنیف "کتاب تحریر" کو مطالعہ کرکے فرمایا کتاب تو ملیح ہے لیکن لوگ اس سے کم منتفع ہوں گے۔ پس ایسا ہی ہوا۔

قاہرہ میں جمعہ کے روز ۷ رمضان المبارک سنہ ۸۶۱ھ میں وفات پائی۔

مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ : علی بن سلطان محمد ہروی المعروف بہ قاری، نورالدین لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے وحید العصر، فرید الدہر، محقق، مدقق، منصف مزاج، محدث، فقیہ، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور متضلع سنتِ نبویہ جماہیر اعلام اور مشاہیر اولی الحفظ و الافہام میں سے تھے۔ ہرات (افغانستان) میں پیدا ہوئے اور مکہ مکرمہ میں آکر خاتمۃ المحققین احمد بن حجر ہیتمی مکی اور ابی الحسن بکری اور عبداللہ سندھی اور قطب الدین مکی سے علم پڑھا اور مشہور زمانہ ہوکر سن ہزار کے سرے پر درجہ مجددیت کو پہنچے۔ تصانیف آپکی حسب ذیل ہیں۔

تفسیر قرآن حکیم۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، نور القاری شرح صحیح بخاری، شرح صحیح مسلم، حاشیہ تفسیر جلالین مسمی بہ جمالین، شرح شفا، جمع الوسائل، شرح جامع صغیر، حزب الیمین، شرح اربعین نووی، شرح آلوتریہ، شرح الشرح علی النخبۃ الفکر، شرح فقہ اکبر، شرح شاطبیہ، شرح ثلاثیات البخاری، شرح موطا امام محمد، سند الانام شرح مسند، شرح مناسک الحج، اثمار الجنیۃ، نزہۃ الخاطر الفاتر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، تزئین العبادہ لتحسین الاشارہ، التدہین، الحظ الاوفر فی الحج الاکبر، رسالہ فی العمامہ، رسالہ فی حب الہرۃ من الایمان، رسالہ فی العصاء، رسالہ فی اربعین حدیثا فی النکاح، فرائد القلائد فی تخریج احادیث شرح العقائد، المصنوع، کشف الخذر، منور المعانی۔ معدن العدنی فی فضائل اویس القرنی۔ رسالہ فی حکم سب الشیخین وغیرہما من الصحابہ۔ رسالہ سم القوارض فی ذم الروافض۔ فتح باب العنایۃ فی شرح نقایہ۔ الاہتداء۔ احادیث القدسیہ۔ اعراب القاری۔ تذکرۃ الموضوعات۔ حاشیہ مواہب لدنیہ۔ حاشیہ بدء الامالی۔ الناموس فی تلخیص القاموس۔ رسالہ فی صلوٰۃ الجنازہ فی المسجد۔ رسالہ مشرب الوردی فی مذہب المہدی۔ بہجۃ الانسان۔ شرح عین العلم۔ رسالہ فی والد المصطفیٰ، حزب الاعظم، تبعید العلماء عن تقریب الامراء۔ رسالہ فی قراءۃ البسملۃ۔ رسالہ فی ترکیب لا الٰہ الا اللہ وغیرہ

وفات آپ کی مکہ مکرمہ میں ماہ شوال سنہ ۱۰۱۴ھ میں ہوئی۔

صاحب غنایہ

علاء الدین الاسود، پہلے اپنے ملک کے علماء سے علم پڑھنا شروع کیا۔ پھر بلادِ عجم میں کوچ کیا اور وہاں کے علماء و فضلاء سے علم حاصل کیا، یہاں تک کہ رتبۂ فضل و کمال کو پہنچے۔ بعد ازاں روم میں عہد سلطان اورخان بن عثمان غازی میں آئے اس نے آپ کو مدرس مقرر کر دیا جہاں آپ نے علم کو پھیلایا اور فقہ کی تدریس اور علماء و آئمہ سے مناظرے کیئے۔ اثناء تدریس مدرسہ ازنیق میں آپ نے حل مشکلات وقایہ میں شرح غافلہ کا فلہ غنایہ کے نام سے تصنیف کی۔

صاحب کشف الظنون کہتے ہیں کہ آپکا نام علی بن عمر تھا اور آپ نے ایک بڑی شرح کتاب مغنی کی بھی تصنیف کی ہے۔ جس کی تصنیف سے ۷۸۷ھ میں فارغ ہوتے اور ۸۰۰ھ میں وفات پائی۔

سیّد مرتضیٰ حسینی علیہ الرحمۃ

محمد بن محمد بن محمد بن سیّد عبدالرزاق المشہور بہ سیّد مرتضیٰ حسینی قادری زبیدی حنفی: محی الدین لقب، اور ابو الفیض کنیت تھی۔ محدثِ ثقہ، فقیہِ فاضل، امام لغت، ادیب اریب محققِ مدقق، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ ۱۱۴۵ھ میں قصبہ بلگرام (انڈیا) میں پیدا ہوئے ۱۱۶۴ھ میں وطن سے نکل کر حرمین شریفین کو تشریف لے گئے اور بعد حج و زیارت مرقد انور کے تکمیل علوم خصوصاً علم حدیث میں کمر ہمت باندھی اور زبید و مصر و حجاز وغیرہ کے تقریباً ۱۰۰ مشائخ و علماء سے کسب کمالات کیا اور متعدد مشائخ مثل شیخ احمد ملوی، عبدالخالق زبیدی، ابو العباس احمد بن علی نینی دمشقی حنفی، جمال محمد بن احمد حنبلی، ابو عبداللہ محمد بن احمد غریانی، عبدالغنی بن محمد بجرانی، محمد بن ابراہیم حسینی طرابلسی، عبدالقادر بن احمد شکعادی و عمر بن عبداللہ ابن عمر قاضی، عیسیٰ بن زریق، سید عبدالقادر بن احمد حسینی وغیرہم سے حدیث و فقہ وغیرہ علوم کی سندیں و اجازتیں حاصل کیں۔ چونکہ آپ بعد تحصیل علوم مدت تک شہر زبید میں مقیم

رہے اس لیے زبیدی کے نام سے آپ نے شہرت پکڑی یہاں تک کہ کوئی آپکو ہندی خیال نہ کرتا تھا۔ پھر آپ زبید کو چھوڑ کر مصر میں تشریف لے گئے اور وہاں ہنگامہ تعلیم و تدریس برپا کیا۔ غرض کثرت علم و تلامذہ اور نشر علوم و تصنیفات کتب وغیرہ بواعث سے آپ تیرہویں صدی کے مجددین امتِ محمدیہ میں سے تھے۔

تصانیف آپ نے اس کثرت سے کیں کہ اس کا شمار مشکل ہے۔ کہتے ہیں کہ جب آپکی حد سے زیادہ شہرت ہوئی اور خواص و عوام میں بڑا قدر و مرتبہ ہوا اور اقطار و اکناف سے کثرت کے ساتھ لوگوں نے رجوع کیا تو آپ نے اپنی حویلی سے باہر نکلنا کم کر دیا، اور دوستوں سے پوشیدگی اختیار کر کے معتکف ہو گئے یہاں تک کہ ماہ شعبان ۱۲۰۵ھ میں طاعون سے شہادت پائی۔ "مخزنِ اسرارِ الٰہی" آپ کی تاریخ وفات ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

آپ ۹۵۸ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ کے فقیہ محقق، محدث، مدقق، مورخ اضبط، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، فخر ہندوستان، جامع علوم ظاہر و باطنی تھے۔ آپ ہی ہیں جنہوں نے پہلے حدیث کا علم عرب سے لا کر اس سے ہندوستان کو منور کیا اور اپنی تصنیفات سے علمِ حدیث کو ہند کے ہر ایک خطہ و قطعہ میں پھیلایا۔

ماثر الکرام تاریخ بلگرام میں لکھا ہے آپ نے مبادی شعور سے طاعت حق اور طلبِ علم میں کمرِ ہمت باندھ کر قریب بلوغت کے اکثر علوم دینیہ کی تحصیل کی اور بائیس سال کی عمر میں فضیلت و کمالیت سے فارغ ہو کر اور قرآن شریف کو یاد کر کے مسندِ افادت پر اجلاس فرمایا۔ پھر حرمین شریفین تشریف لے گئے اور مدت تک وہاں قیام کر کے وہاں کے اولیاء کبار اور اقطابِ زماں خصوصاً شیخ عبدالوہاب متقی سے صحبت اختیار کر کے فنِ حدیث کی تکمیل کی پھر وطن مالوف میں مراجعت کی۔ اور نشرِ علوم خصوصاً علم حدیث میں ایسی طرز سے جو ولایت عجم میں کسی کو علمائے متقدمین و متاخرین سے حاصل

نہ ہوا تھا ممتاز و مستثنٰے ہوئے۔ آپ کی مشہور تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱۔ لمعات شرح مشکوٰۃ (عربی)
۲۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ (فارسی)
۳۔ شرح سفر السعادت
۴۔ شرح فتوح الغیب
۵۔ مدارج النبوۃ
۶۔ شرح اسماء الرجال بخاری
۷۔ اخبار الاخیار
۸۔ جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب
۹۔ زبدۃ الآثار
۱۰۔ جامع البرکات
۱۱۔ مرج البحرین
۱۲۔ زاد المتقین
۱۳۔ فتح المنان فی مناقب النعمان
۱۴۔ تاریخ
۱۵۔ رسالہ ماثبت بالسنہ
۱۶۔ حلیہ، حلیہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
۱۷۔ تکمیل الایمان
۱۸۔ چہل رسالہ وغیرہ

کتب فقہ حنفیہ پر اطلاع و عبور آپ کو یہاں تک ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ تصنیفات آپکی ہندوستان میں مقبول خاص و عام اور شہرت تمام رکھتی ہیں اور تمام مفید و محققانہ ہیں۔

آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ایک قصیدہ ساٹھ ۶۰ ابیات کا کہا، اور مدینہ منورہ میں پہنچ کر آنحضرت کے حضور میں اسکو پڑھا جس کی اول بیت یہ ہے۔

؎ بیا اے دل دمے از ہستی خود ترکِ دعویٰ کن
میفگن چشم بر صورت نظر در عینِ معنےٰ کن

وفات آپ کی سنہ ۱۰۵۲ھ میں ہوئی۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح

شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم بن وجیہ الدین شہید بن معظم بن منصور دہلوی: قطب الدین لقب تھا۔ آپ کا نسب تیس ۳۰ واسطوں سے حضرت عمر فاروق خلیفہ ثانی

تک پہنچتا ہے۔ آپ افضل علمائے متاخرین اور سید المفسرین اور سند المحدثین تھے۔ ولادت آپکی ۴ ماہ شوال سنہ ۱۱۱۴ھ میں ہوئی۔ پانچویں سال میں مکتب میں بیٹھے۔ پندرہویں سال میں جملہ علوم متداولہ اور فنونِ متعارفہ سے فراغت پائی۔

سنہ ۱۱۴۳ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے اور وہاں ایک سال قیام فرما کر شیخ ابو طاہر مدنی وغیرہ مشائخ سے حدیث کی روایت کی اور وہاں کے علماء و فضلا کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ شیخ ابو طاہر مدنی سے جو حاوی جمیع فرق صوفیہ تھے خرقہ جامعہ پہن کر اور دوسرا حج ادا کر کے ۱۴ رجب سنہ ۱۱۴۵ھ میں وارد دہلی ہوئے۔

آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں جو تمام نافع و مفید ہیں۔

۱۔ حجۃ اللہ البالغہ
۲۔ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء
۳۔ مصفّٰی شرح مؤطا (فارسی)
۴۔ مسوّیٰ شرح مؤطا (عربی)
۵۔ فیوض الحرمین
۶۔ در الثمین
۷۔ انتباہ
۸۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین
۹۔ فوز الکبیر
۱۰۔ عقد الجید
۱۱۔ قول الجمیل
۱۲۔ خیر الکثیر
۱۳۔ ہمعات
۱۴۔ الطاف القدس
۱۵۔ انصاف
۱۶۔ سرور المحزون
۱۷۔ لمعات
۱۸۔ سطعات
۱۹۔ فتح الرحمٰن ترجمہ فارسی قرآن
۲۰۔ انفاس العارفین
۲۱۔ شفاء القلوب
۲۲۔ فتح الجبیر
۲۳۔ قرۃ العینین
۲۴۔ بدور البازغہ
۲۵۔ زہراوین
۲۶۔ رسائل تفہیمات
۲۷۔ القول الجلی

وفات آپ کی سنہ ۱۱۷۶ھ میں ہوئی۔

راویانِ مناظرہ کا مختصر تذکرہ

استاذ حارثی علیہ الرحمۃ

عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث المعروف بہ استاذ: اپنے زمانے کے امام فاضل، محدث کثیر الحدیث، فقیہ بے نظیر، مرجع فقہائے حنفیہ تھے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے آپکو اصحاب وجوہ میں سے جن کا درجہ مجتہد منتسب اور مجتہد مذہب کے درمیان میں ہے شمار کیا ہے۔ سنہ ۲۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور شہر مون میں جو بخارا سے نصف فرسنگ کے فاصلہ پر ہے رہتے تھے۔ خراسان و عراق اور حجاز میں سفر کر کے وہاں کے علماء و فضلاء سے استفادہ کیا۔ چنانچہ فقہ تو ابی عبداللہ بن ابی حفص کبیر وغیرہ سے حاصل کی اور حدیث کو محمد بن فضل بلخی، فضل بن محمد، حسین بن فضل بلخی اور محمد بن یزید کلاباذی اور عبداللہ ابن واصل، سہل بن متوکل، علی بن حسین بن جنید رازی اور حافظ موسیٰ بن ہارون وغیرہ سے سنا اور روایت کیا۔ آپ نے کتاب کشف الآثار الشریفہ فی مناقب ابی حنیفہ اور مسند ابی حنیفہ تالیف کی۔ سنہ ۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ علامہ ذہبی رح لکھتے ہیں:-

"عالم ماوراء النہر ومحدثہ الامام العلامہ ابو محمد عبداللہ بن یعقوب بن الحارث الحارثی البخاری الملقب بالاستاذ جامع مسند ابی حنیفہ۔"

(تذکرۃ الحفاظ صہ ۸۵۵)

شاذکونی

کوفہ کے مشہور علماء میں سے ہیں۔ عمرو الناقد کہتے ہیں کہ جب سلیمان الشاذکونی بغداد میں آتے تو مجھے احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ہمیں سلیمان الشاذکونی کے پاس لے چلو تاکہ ہم اُن سے فن نقدِ رجال سیکھ لیں۔ امام احمد بن حنبل رح نے فرمایا کہ ہم میں ابواب کے

کے سب سے بڑے حافظ سلیمان الشاذکونی ہیں۔ زکریا ساجی کہتے ہیں کہ لوگوں میں سب سے بڑے حافظ سلیمان الشاذکونی ہیں۔ سنہ ۲۳۴ھ میں وفات پائی۔

(تذکرۃ الحفاظ صہ ۴۸۸ جلد ۱ ۲۰۱)

سفیان بن عیینہ علیہ الرحمۃ

سفیان بن عیینہ بن ابی عمران میمون الہلالی الکوفی، محدث، ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، حجت اور آٹھویں طبقہ کے رؤس میں سے تھے۔ ابو محمد کنیت تھی، کوفہ میں سنہ ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور آپ کا باپ آپ کو مکہ مکرمہ لے گیا۔ ابھی ۲۰ سال کی عمر کو نہ پہنچے تھے کہ پھر کوفہ میں آئے اور امام ابو حنیفہ رح کے پاس تحصیل علم حدیث کے لیے بیٹھے اور ان سے روایت کی۔ آپ کا قول ہے کہ پہلے پہل امام ابو حنیفہ ہی نے مجھ کو محدث بنایا ہے۔ پھر عمرو بن دینار اور ضمرہ بن سعید کی مصاحبت کی۔ اور ان سے اور زہری وابی اسحٰق سبیعی و محمد بن المنکدر وابی زیاد و عاصم بن ابی النجود المقری و اعمش اور عبدالملک بن عمیر وغیرہم سے حدیث کو سنا اور آپ سے امام شافعی رح و شعبہ بن حجاج و محمد بن اسحٰق و ابن جریج و زبیر بن بکار اور آپ کے چچا مصعب اور عبدالرزاق بن ہمام صنعانی و یحییٰ بن اکثم نے روایت کی اور نیز اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے بکثرت تخریج کی۔ امام شافعی کا قول ہے کہ اگر آپ اور امام مالک رح نہ ہوتے تو حجاز سے علم چلا جاتا۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کے ذریعہ میری معاونت فرمائی، ابن عیینہ رح کے ذریعہ حدیث میں اور امام محمد رح کے ذریعہ فقہ میں۔ نیز فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا کہ جس میں مثل آپ کے فتویٰ دینے کی صلاحیت موجود ہو۔ آپ نے ۷۰ مرتبہ حج کیا۔ سنہ ۱۹۸ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی اور کوہ حجون کے پاس مدفون ہوئے۔

ماخوذ:
حدائق الحنفیہ، فقیر محمد جہلمی
تذکرۃ الحفاظ: علامہ ذہبی
ظفر المحصلین: محمد حنیف

باب پنجم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر

دو سنگین الزام

اور اُن کا مسکت جواب

الزام: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن سے معوذتین کو مٹا دیتے تھے اور کہتے تھے یہ قرآن کی سورتیں نہیں ہیں اور جو قرآن نہیں اُسے قرآن میں لکھنا نہ چاہیئے۔ چنانچہ روایت میں ہے عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ابن مسعود قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کو اپنے قرآن سے چھیل دیتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ یہ قرآن میں نہیں ہیں[1]۔ یعنی یہ قرآن کی سورتیں نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ علقمہ اور زر بن حبیش سے بھی اسی کی مثل روایات منقول ہیں۔

جواب: معوذتین کے متعلق ابن مسعودؓ سے ان تین نے یعنی عبدالرحمٰن، علقمہ، اور زرّ نے یہ روایت کی ہے لیکن عبدالرحمٰن کے سوا کسی نے اپنی روایت میں ابن مسعودؓ کا یہ قول نقل نہیں کیا۔ یعنی یہ دونوں قرآن کی سورتیں نہیں ہیں۔ ابن مسعود کا انکار صرف عبدالرحمٰن نے نقل کیا ہے ابن مسعودؓ سے عبدالرحمٰن کی اس روایت کو چند باتوں نے مشتبہ کر دیا، لائقِ اعتبار نہ چھوڑا اور صحت کے درجہ سے گرا دیا۔

(۱) ابن مسعودؓ سے اس جملہ کی روایت میں عبدالرحمٰن منفرد ہے علقمہ اور زرّ کی روایت میں یہ جملہ نہیں ہے۔

(۲) عبدالرحمٰن سے راوی ابواسحٰق ہے۔ ابواسحٰق کو میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ

[1] اس روایت کو ابن کثیر نے تفسیر میں سیوطی رح نے اتقان میں ابن حجر رح سے نقل کیا ہے۔

اُس نے اہل کوفہ کی روایات کو فاسد کر دیا اور ان سے صحیح روایت نہیں کرتا۔ اور یہ روایت اہل کوفہ سے ہے۔

(۳) ابواسحٰق سے راوی اعمش ہے۔ اعمش کو میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ مدلس ہے ضعفاء سے روایت کرتا ہے اس کی حدیثوں میں بہت اضطراب ہے اس کے علاوہ یہ ہے کہ اس نے اہل کوفہ کی حدیثوں کو فاسد کر دیا۔ اُن سے اس کی روایت صحیح نہیں ہوتی۔

(۴) اعمش شیعہ ہے اور یہ روایت چونکہ عام شیعوں کے خیالات کی تائید کرتی ہے اسلئے اعمش شیعی کی ایسی حدیث قابلِ تنقیح ہے۔

(۵) اعمش یا ابواسحٰق ان دونوں میں سے تنہا ایک ہی اہل کوفہ کی روایت کو فاسد کر دیتا ہے تو جس روایت میں یہ دونوں جمع ہوں اُس کا فساد بھی دو گنا ہو جائے گا۔

(۶) ابن مسعود رضہ کے ہزاروں شاگردوں میں سے کوئی ایسی روایت نہیں کرتا۔ ہزاروں شاگردوں سے عبدالرحمٰن کا اس میں منفرد ہونا اور ابواسحٰق کا یہ روایت کرنا اس کے عدم وثوق اور موضوع ہونے پر ایسی شہادت ہے کہ اس کے بعد کسی گواہ کی حاجت نہیں رہتی۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ ابن مسعود رضہ سے ہزاروں نے اسی قرآن کی روایت کی ہے اور تواتر سے ہمیں معلوم ہے کہ ابن مسعود رضہ نے اسی قرآن کا درس دیا ہے۔

(۷) ابن مسعود رضہ کی نقل سے اُن کے تمام شاگرد ضرور واقف ہوتے اور یہ روایت کرتے اور اپنے عہد میں ابن مسعود رضہ ضرور اس مسئلہ کی وجہ سے ضرور بدنام ہوتے اور اسلام کا بچہ بچہ اس سے واقف ہوتا۔

(۸) علاوہ ان کے خود ابن مسعود رضہ نے ایسی روایت کی ہے جس سے معوذتین کا قرآن ہونا اظہر من الشمس ہے۔

تفسیر درمنثور[1] میں طبرانی سے ہے ابن مسعود رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا بلاشک مجھ پر ایسی چند آیات نازل ہوتی ہیں کہ ان کی مثل نازل نہیں ہوئیں یعنی معوذتین اور اس حدیث کی سند عمدہ ہے۔

([1] جلد ۶ صفحہ ۴۱۶)

۹۔ آنحضرت نے معوذتین کو نمازوں میں پڑھا اور صحابہ کرام کو ان کی تعلیم دی صحابہ رضؓ نے آپ سے اس کو سُنا آنحضرت نے ان کے فضائل اور ثواب کو بیان فرمایا۔ اور تمام کتب حدیث خصوصاً صحاح میں معوذتین کے بارے میں متواتر روایات ہیں۔ اسلئے صحابہ سے لے کر تمام امت کا معوذتین کے قرآن ہونے پر اتفاق ہے، اب ایسی حالت میں ابن مسعود کا اس سے ناواقف ہونا اُن واقعات سے ہے جن کے سمجھنے سے انسان کی عقل قاصر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابن مسعود رضؓ کے پردے میں کوئی ناپاک ضمیر ہے۔ جس نے اپنے گناہ تزویر اور عیاری کو چھپایا ہے۔ ابن مسعودؓ کا فضل وکمال اس خباثت اور گندگی کا ہرگز متحمل نہیں ہے۔

ائمہ قراءۃ نے بہ تواتر اپنی سندوں کو ابن مسعود تک پہنچایا ہے۔ چنانچہ حفاظ اور قراء قرآن سے عاصم۔ حمزہ۔ کسائیؒ، خلف جو مشہور قراء سے ہیں اور ان کی صحت سند پر تمام امت کا اتفاق ہے اور تمام بلادِ اسلامیہ میں ان کی سندیں ہزاروں حفاظ کے پاس ہیں ان چاروں کو اسی قرآن کی سند جس میں معوذتین ہیں ابن مسعود رضؓ سے ہے ہر ایک کی سند ملاحظہ ہو

عاصمؒ
{ عبداللہ بن حبیب
ابو عبدالرحمٰن }
زر بن جیش — سعید بن عیاش
ابن مسعود

کسائی — حمزہ
اعمش
یحییٰ بن وثاب ابو محمد
عبید بن نضلہ — علقمہ — اسود — زر بن جیش
ابن مسعود رضؓ

خلف
سلیم — حمزہ
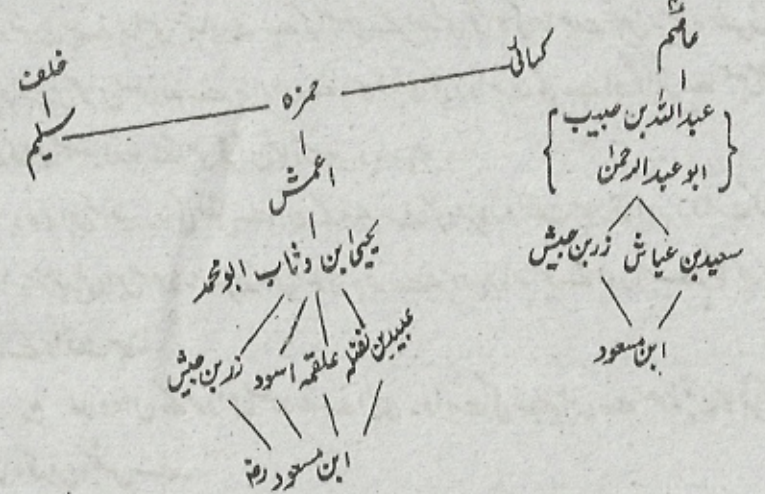
اب ان سندوں کے مقابلہ میں جو متواتر ہیں اور صحت کا اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں دوسری ضعیف روایتوں کا اعتبار نہیں ہو سکتا۔

ہم ایسے چند علماء کے نام لکھتے ہیں جنہوں نے ان روایات کا اعتبار نہیں کیا۔

(۱) علامہ ابن حزم نے المحلّی میں لکھا ہے:

معوذتین کے متعلق وہ روایتیں جن سے ابن مسعودؓ کا انکار ثابت ہوتا ہے افتراء ہے اور جعلی ہیں کیونکہ عاصم کی سند میں ابن مسعودؓ سے جو نہایت صحیح ہے معوذتین اور فاتحہ کا ذکر ہے۔

(۲) امام نووی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے:

تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ معوذتین قرآن کی سورتیں ہیں ان کا منکر کافر ہے۔ ابن مسعود رضؓ سے اس کے متعلق روایات جعلی اور واہی ہیں۔ (شرح المہذب)

(۳) قاضی ابوبکر علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔

معوذتین کا انکار صحیح طور پر ابن مسعودؓ سے ثابت نہیں ہوا۔

(۴) امام رازی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے:

ابن مسعود رضؓ سے جو معوذتین کے متعلق نقل ہے وہ باطل ہے۔

(۵) علامہ بحر العلوم عبدالعلی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن مسعودؓ کو معوذتین کا منکر بتانا بہت بڑی غلطی ہے اس روایت کی سند اس قابل بھی نہیں کہ اس کی طرف توجہ کی جائے۔ کیونکہ یہ روایت اُن صحیح سندوں کے خلاف ہے جس کی صحت پر اجماع ہے اور تمام علماء کرام کے نزدیک مقبول ہیں بلکہ تمام امت کے نزدیک مقبول ہیں۔ پس یہ روایت غلط ہے۔ (شرح مسلم از بحر العلوم) تلخیص

(تاریخ القرآن از علامہ عبداللطیف رحمانی[1])

---

[1] علامہ رحمانی ۱۲۸۸ھ کو ضلع بجنور (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے پڑھنے کے بعد مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی علیہ الرحمۃ کے آستانہ پر حاضر ہوتے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ زبیریہ میں بیعت کی۔ اور مولانا سے سند حدیث حاصل کی۔ مولانا علیہ الرحمۃ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ مولانا کی وفات کے بعد علامہ صاحب مولانا سید محمد علی مونگیروی کی صحبت سے کافی عرصہ مستفید ہوتے۔ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ اور دارالعلوم ندوہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۳۷۹ء میں وفات پائی۔

الزام: ہم نے رفع یدین کے اثبات میں غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث وائل بن حجر رضؓ کا جواب یہ دیا تھا کہ وہ دیہات کے رہنے والے تھے کبھی کبھی بلکہ درمیان میں سالوں کا عرصہ بھی رہا کہ حاضری دیتے تھے لہٰذا انہیں رفع یدین کی منسوخی کا علم نہ ہو سکا۔ پھر اس جواب کو ہم نے اجلہ تابعین کے فرمودات سے مؤکد کر کے پیش کیا۔

ہمارے اس جواب پر شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی غیر مقلد کو اعتراض ہے۔ چنانچہ وہ کتاب "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز" کے ص ۵۸، ۵۹ کے حاشیہ میں رقمطراز ہیں:

رفع یدین کے متصل ہی حافظ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز میں تطبیق کا ذکر فرمایا۔ عبداللہ ابن مسعود رضؓ رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر گھٹنوں میں رکھتے تھے حالانکہ یہ عمل منسوخ تھا معلوم نہیں عبداللہ بن مسعود رضؓ کو اس کا علم کیوں نہیں ہو سکا۔ وائل بن حجر رضؓ اور بعض دوسرے صحابہ رضؓ کے ارشادات اس کے خلاف ہیں وہاں چونکہ حضرت امام ابو حنیفہ رحؒ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ کی حمایت میں نہیں بلکہ وائل بن حجر رضؓ کی حدیث حضرت امام کے موافق ہے اس لیے پورے سکون اور اطمینان سے اس مؤخر الایمان یمنی شہزادے کی حدیث قبول فرمائی"۔

جواب: مندرجہ بالا عبارت میں جناب سلفی صاحب نے یہ تأثر دینے کی ناکام کوشش فرمائی ہے کہ اہلسنت وجماعت حنفی رفع یدین میں تو وائل بن حجر رضؓ کی حدیث کو قبول نہیں کرتے لیکن تطبیق فی الرکوع میں قبول کر لیتے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ کے مقابلہ میں اس دوسرے مسئلہ میں حضرت وائل بن حجر کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہاں انہیں وائل بن حجر رضؓ کا دیہاتی اور مؤخر الایمان ہونا نظر نہیں آتا۔

مگر میں حیران ہوں کہ غیر مقلدین حضرات اپنے مسلک اور طریقے کو ہر صورت میں درست و صحیح ثابت کرنے کے لیے کتنا ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے ہیں اور عدل و انصاف کا اس طرح سر عام خون کرتے ہیں کہ اسکی مثال نہیں ملتی۔ سلفی صاحب نے چونکہ امام طحاویؒ کی ذات کو سامنے رکھا ہے لہٰذا میں ان کے اس اعتراض کا دفعیہ

بھی طحاوی شریف کو سامنے رکھ کر کرتا ہوں۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی م ۳۲۱ھ نے شہرہ آفاق کتاب طحاوی شریف کی جلد اول ص ۱۶۵، ۱۶۶ پر باب التطبیق فی الرکوع تحریر فرمایا ہے۔

اس میں آپ نے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ کے متعلق وہ احادیث ذکر فرمائی ہیں جن میں تطبیق فی الرکوع کا ذکر و اثبات ہے۔ اس کے بعد گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کی احادیث ذکر کی ہیں جو مندرجہ ذیل حضرات سے مروی ہیں۔

حضرت عمر فاروق، ابو مسعود البدری، ابو حمید ساعدی، وائل بن حجر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم۔ آپ ان پانچوں مقدس ناموں کو ملاحظہ فرمائیے اور پھر طحاوی شریف کی جلد اول میں یہ باب ملاحظہ فرما لیجئے اور غور کیجئے کہ کہیں حضرت وائل بن حجر رضؓ کی روایت سے امام طحاوی رحؒ حضرت عبداللہ بن مسعود کے عدولی عمل کا نسخ ثابت کیا ہو؟ بلکہ امام طحاویؒ نے باقی صحابہ رضؓ کے ساتھ وائل بن حجر رضؓ کی روایت صرف گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے اثبات میں پیش کی ہے۔ نہ کہ تطبیق فی الرکوع کے نسخ کے لیے، تو جب امام طحاوی نے وائل بن حجر رضؓ کی روایت سے نسخ ہی ثابت نہیں کیا تو وائل بن حجر رضؓ کو اس مسئلہ میں عبداللہ بن مسعود پر ترجیح کس طرح دے دی؟

مزید براں یہ بھی ذہن میں رہے کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے اثبات میں وائل بن حجر رضؓ کے ساتھ باقی صحابہ کرام کے نام بھی تو نظر آ رہے ہیں۔ اگر صرف جناب وائل ابن حجر رضؓ کا نام ہوتا تو پھر بھی کوئی بات ہوتی۔

دونوں قسم کے دلائل ذکر کرنے کے بعد امام طحاوی رحؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ "فکانت ہذہ الآثار معارضۃ للاثر الاول ومعہا من التواتر مالیس معہ"

(طحاوی شریف جلد اول ص ۱۶۵)

یعنی یہ بعد والے مذکورہ آثار پہلے اثر کے مخالف و معارض ہو گئے اور دوسرے نمبر پر آنے والے آثار متواتر ہیں جبکہ پہلے اثر کی حالت یہ نہیں ہے"۔

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ :

فاردنا ان ننظر ہل فی شئ من ہذہ الآثار ما یدل علی نسخ احد الامرین ۔

(طحاوی شریف جلد اول صہ ۱۶۵)

یعنی جب دونوں آثار آپس میں متضاد ہو گئے تو ہم نے چاہا کہ دیکھیں کیا کسی حدیث میں ان دونوں امروں میں سے کسی ایک کا منسوخ ہونا ہے یہ نہیں ؟

اس کے بعد امام طحاوی علیہ الرحمۃ تین روایات لائے ہیں جن سے واضح طور پر تطبیق فی الرکوع کا منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے ۔

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں ؛ ثبت بما ذکرنا نسخ التطبیق وانہ کان متقدماً لما فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وضع الیدین علی الرکبتین " (ایضاً صہ ۱۶۶)

یعنی ان تین آثار سے جو حضرت مصعب بن سعد کے متعلق ہیں سے ثابت ہو گیا کہ طبیق گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے والے عمل سے منسوخ ہو چکی ہے ۔ تطبیق پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کرتے تھے پھر گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے سے اسے منسوخ فرمادیا "

بہر حال میں ان مستحکم حوالہ جات کی روشنی میں بحث کو سمیٹتے ہوتے مولانا سلفی صاحب اور ان کے پیروکاروں سے سوال کرتا ہوں کہ تمہیں طحاوی شریف میں کون سے مقام پر نظر آتا ہے کہ جہاں :

(۱) امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے وائل بن حجر رضہ کی روایت کو ناسخ بنایا ہو ؟

(۲) یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ وائل رضہ کی روایت نسخ کے لیے ذکر ہوئی ہے ؟

(۳) کیا کسی امر کا اثبات کسی دوسرے امر کے نسخ کو مستلزم ہے ؟

(۴) امام طحاوی رح نے تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ کے عمل کو اثبات تطبیق کے لیے ذکر فرمایا ہے اور حضرت وائل بن حجر رضہ اور دوسرے صحابہ کرام کے مرویات کو گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے اثبات کے لیے ذکر فرمایا ۔ اس کے بعد جب ان آثار میں تعارض پیدا ہوا ۔ تو تیسرے نمبر پر انہوں نے وہ آثار ذکر کئے جن سے تطبیق کا نسخ

ثابت کیا ۔ اب سوال یہ ہے کہ تطبیق کا نسخ وائل بن حجر کے اثر سے ہوا یا تیسرے نمبر والے آثار سے ۔ اگر کہو کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے اثر سے تو ثابت کرو ۔ ورنہ امام طحاوی رح پر بہتان تراشی کا مقصد بیان کرو ؟

(۵) ۔ اس باب میں حضرت وائل بن حجر سے مروی اثر مذکور ہوا ہے تو کیا اس طرح ان کا دیہاتی ہونا اور اس سبب سے حضور علیہ السلام کے جملہ امور کا محافظ نہ ہونا غلط ٹھہر جائے گا ؟

(۶) طحاوی کے اس سارے باب کے مطالعہ کے بعد جواب دیجئے ۔ کہ شخصیت پرست اہلسنت وجماعت ہیں یا آپ حضرات غیر مقلدین بزعم خویش ؟

فتفکروا وتدبروا ہولآء امور الاسلام
لیس ملعب لاہواء الانام کالانعام

خلاصہ معروضات

حضرات واجب الاحترام!

مسئلہ رفعیدین کے متعلق پانچ ابواب سپردِ قلم کئے گئے ہیں۔ باب اوّل میں ہم نے بارہ دلائل ذکر کئے ہیں، جن میں بتایا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وقتی طور پر رفعیدین کیا تھا، اس کے بعد خود بھی ترک فرمادیا اور صحابہ کرام کو بھی نماز میں رفعیدین کرنے سے منع فرمادیا۔ نیز حضرات خلفائے راشدین و اکابر صحابہ کرام مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ ابن زبیر اور اُن کے اصحاب اور اہل علم صحابہ کرام وعشرہ مبشرہ و تابعین کا مسلک رفعیدین کا ترک کرنا ہے۔

باب دوم میں ہم نے اُن اعتراضات کا کافی وشافی جواب دیا ہے جو غیر مقلدین ہمارے دلائل پر کرتے ہیں۔

تیسرے باب میں ہم نے غیر مقلدین کے دلائل کا جائزہ ذکر کیا ہے۔ اگرچہ کہیں کہیں ہوسکتا ہے کہ اسلوبِ تحریر ذرا درشت ہوگیا ہو مگر نیت میں صرف اِحقاقِ حق تھا۔ واللہ تعالیٰ یعلم مافی الصدور۔

چوتھے باب میں امام ابوحنیفہ رح اور امام اوزاعی رح کے درمیان مسئلہ رفعیدین پر مناظرہ کا مفصل بیان ہے۔

پانچویں باب میں سید القراء والفقہاء حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر دوسنگین الزامات کا علمی جائزہ لیا گیا ہے۔

(۱) ہمارے دلائل کا مرکز و محور یہی ہے کہ رفعیدین کے قائلین ہمیں یہ دلائل صریحہ صحیحہ سے ثابت کردیں کہ نبی محترم محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات شریف تک رفعیدین کرتے رہے ہیں۔

(۲) اگر رفعیدین سنتِ باقیہ ہے تو حضرات خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ و عبداللہ ابن مسعود جیسے کبار واہل علم و فقہ صحابہ کرام رفعیدین کیوں نہیں کرتے تھے؟

اس کے جواب میں غیر مقلدین نے جو دلائل پیش کئے ہیں۔ اُن سے کہیں بھی ثابت نہیں ہوتا کہ سرورِ عالم فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم تمام زندگی رفعیدین کرتے رہے ہوں اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ غیر مقلدین نے اپنے دلائل میں موضوع وضعیف قسم کی احادیث کا بھی بے دریغ استعمال کیا ہے۔ احناف سے تو ہر معاملہ میں بخاری ومسلم یا صحاح ستہ کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن وہ خود اس پر کہیں بھی کاربند نہیں رہ سکے۔

تاہم میں سمجھتا ہوں کہ موضوع پر کما حقہٗ بحث نہیں ہوسکی، زیادتی مصروفیات وخوف تطویل لمحہ بہ لمحہ دامنگیر رہا۔ بہرحال میرا دل مطمئن ہے کہ میں نے عوام کو انتشار وافتراق کی آگ سے بچانے کی پوری پوری کوشش وسعی کی ہے۔ خالق الارض والسماء جل جلالہٗ کی رضا اور خوشنودی کے سوا میری نیت کسی طرف نہیں گئی۔ (وما توفیقی الا باللہ)

خادم اہلسنت

محمد شوکت علی سیاکوی

مدرسہ غوثیہ جامع العلوم خانیوال

۱۲ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

تکمیلِ کتاب کے بعد اہلحدیث حضرات کی مسئلہ رفع یدین پر مزید چند تحریریں نظر سے گزریں۔ اُنکا جواب ضمیمۂ کتاب کے طور پر پیش خدمت ہے۔

ہم نے باب اوّل میں دلیل نمبر۲ کے طور پر ترمذی شریف کی حدیث عبداللہ ابن مسعودؓ پیش کی تھی جس پر امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اسی پر (عدم رفع یدین پر) اہل علم صحابہ کرام تابعین کرام کا عمل ہے" امام ترمذی علیہ الرحمۃ کے اس فرمان پر اہلحدیث حضرات پر بڑی بے چینی طاری ہوگئی کہ اس طرح تو اہل علم صحابہ کرام کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہوتا ہے اور مزید یہ ایسی حدیث پاک ہے کہ جس کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا۔ "ھٰذا حدیث حسن" اب ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ اہلحدیث حضرات نے اس پر کیا ارشاد فرمایا؟

مسلک اہلحدیث کے ایک علامہ صاحب اپنی کتاب "حدیث نماز" کے صفحہ نمبر۱۴۹ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "امام ترمذیؒ" نے اس حدیث کو "حدیث حسن" عادتًا یا تساہلًا" کہہ دیا ہے"۔

جواب:۔ اہلحدیث حضرات صحاح ستہ پر بڑا زور دیتے ہیں۔ لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ بھی فقط دھوکہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر صحاح ستہ کی حدیث بھی اگر انکے خلاف چلی جائے تو یہ اُس میں نقص تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

اگر اہلحدیث کے مندرجہ بالا اعتراض کو درست تسلیم کر لیا جائے تو یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ امام ترمذی کی یہ عادت اور طریقہ تھا کہ وہ جس حدیث کو چاہتے حسن یا صحیح فرما دیتے گویا وہ کوئی محدث نہیں تھے۔ بس اپنی مرضی چلاتے تھے۔

اہلحدیثو! کچھ تو خدا تعالیٰ کا خوف کرو تمہاری اس ضد اور ہٹ دھرمی نے صحاح ستہ کے مصنفین اور قرونِ اُولیٰ کے ائمہ و علماء کے دامن کو داغدار کر دیا ہے اگر ایسے ذمہ دار محدثین بھی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہیں تو بتایئے کہ دینِ اسلام کی بنیاد کیا محفوظ رہ سکتی ہے؟ اب صورتیں دو بن جاتی ہیں کہ یا تو تم حدیث پاک کے پیروکار نہیں ہو یا محدثین غیر ذمہ دار

اور مت بل لوگ تھے۔ اور تم حقیقی محدث ہو۔ اگر تم حدیث کے سمجھنے والے اور حدیث پاک کے متبع ہو تو صحاح ستہ کی رٹ کیوں لگاتے ہو؟ ویسے بھی تمہارے اس اعتراض کی روشنی میں صحاح ستہ کی معتبر کتاب "ترمذی" کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ اور اگر وہ لوگ درست تھے تو تم کیسے سچے ہو سکتے ہو؟ معلوم ہوا کہ تم حدیث پاک کے نہیں حدیثِ نفس کے پیروکار ہو۔

اب ذرا اہلحدیث حضرات کے اگلے اعتراض کا جائزہ لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے کئی مسائل میں بھول ہوگئی اور وہ حضورؐ کے طریقوں کو بھول گئے تھے اُن میں سے ایک مسئلہ رفع یدین بھی ہے۔

جواب:۔ سبحان اللہ!۔ یہ ہے مسلک اہلحدیث کہ اگر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل و فرمان انکے خلاف چلا جائے تو وہ صحابی بھول اور نسیان کا شکار ہیں۔ یہ چودہ سو سال بعد کے حضراتِ دین کی حقیقی سمجھ رکھنے والے ہیں۔

صحاح ستہ کے پیروکارو اور احادیث پر عمل کے مدعیو!

کیا تمہیں اتنا بھی علم نہیں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ صحابہ کرام میں سے ایک محقق، مفکر اور فقیہہ ہستی تھے۔ حضرت علیؓ جیسے اہل علم صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ اے ابن مسعودؓ! تم نے کوفہ کو علم سے بھر دیا ہے۔ چنانچہ اسلام کے حقیقی اور صحیح خدوخال کو دھندلانے کیلئے ابوبکر بن اسحٰق جیسے لوگوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ پر ایسے الزامات عائد کیے۔ تم اگر صحابہ کرام کے محب یا احادیث کے پیروکار ہوتے تو صحابہ کرام کا دفاع کرتے اور ایسی تاویل کرتے کہ صحابہ کرام کا مقام برقرار رہتا۔ جیسا کہ علمائے احناف نے مسئلہ رفع یدین کی دونوں طرح کی احادیث کی تاویل کی ہے۔ جس سے مقامِ صحابیت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ مگر حدیث نفس پر عمل کرتے ہوئے تم صحابہ کرام کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہو۔ کچھ تو خوفِ خدا کرو۔ ابوبکر بن اسحٰق کے متعلق علامہ ابن الترکمانی کی الجواہر النقی اور علامہ امام زیلعی کی نصب الرایہ ملاحظہ کیجئے۔ شاید کہ حق تک تمہاری رسائی ہو جائے۔

آمین۔

راقم:۔ محمد شوکت علی سیالوی

تقریظِ عزیز

حضرت فاضلِ اجل عالم باعمل شیخ الحدیث والتفسیر
مفتی اعظم حضرت مفتی محمد اشفاق احمد رضوی مدظلہ صاحب
مہتمم مدرسہ غوثیہ جامع العلوم خانیوال

عالم اسلام اس وقت اپنے انتہائی نازک دور سے گزر رہا ہے۔ پوری دنیا میں اہل اسلام خارجی طور پر یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں مصائب و آلام کا سامنا کر رہے ہیں۔ ایسے نازک حالات میں سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ عالم اسلام میں داخلی طور پر ایسے فتنہ پرداز افراد موجود ہیں جو مسلمانوں میں فروعی مسائل کو مدِ نظر رکھ کر انتشار و افتراق کی راہ نکال رہے ہیں۔ اور اسی کو دینِ حقہ کی بہت بڑی خدمت تصور کرتے ہیں۔

مسئلہ رفع یدین ایک فروعی مسئلہ ہے۔ اہلسنت و جماعت حنفی کا موقف یہ ہے۔ کہ رفع یدین نماز کے اندر منسوخ ہو چکا ہے۔ جبکہ غیر مقلدین (اہلحدیث) حضرات رفع یدین کو اب بھی سنتِ باقیہ قرار دیتے ہیں۔ اہلحدیث حضرات خود بھی اس بات کے قائل ہیں کہ رفع یدین نہ کرنے کے باوجود نماز درست ہو جاتی ہے۔ لیکن فقط فتنہ و فساد اور شور و شغب کی خاطر پچھلے دنوں اشتہار شائع کیا کہ جو رفع یدین کو منسوخ ثابت کرے تین لاکھ روپیہ انعام حاصل کرے۔ اس طرح اہلسنت اور اہلحدیث حضرات کے درمیان ہمارے قرب و جوار میں کافی کشمکش پیدا ہو گئی۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے خانیوال کے ایک قدیمی، ممتاز اور اہلسنت و جماعت کے مرکزی ادارہ مدرسہ غوثیہ جامع العلوم خانیوال کے شعبہ درسِ نظامی کے قابل مدرس علامہ محمد شوکت علی سیالوی صاحب زید مجدہٗ نے مسئلہ رفع یدین پر زیرِ نظر کتاب تحریر فرمائی

ہے۔ جس میں بلا طعن و تشنیع بڑے شستہ اسلوب اور علمی طریقے سے دلائل و براہین کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ جسکو قارئین خود مطالعہ کر کے فیصلہ کر سکیں گے۔

زیرِ نظر کتاب "مسئلہ رفع یدین" میں علامہ سیالوی صاحب نے پہلے عدم رفع یدین کو دلائل کے ذریعے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام "صحابہ کرام" "تابعین کرام" سے ثابت کیا ہے اور اسی کے ساتھ ہی رفع یدین کے منسوخ ہونے کے دلائل بھی دیتے چلے گئے ہیں۔

اس کے بعد اہلحدیث حضرات کے ان دلائل پر جو اعتراضات ہیں اُنکا بڑے سنجیدہ اور علمی طریقے پر جواب دیا ہے۔ جسکی وجہ سے اہلسنّت و جماعت کے دلائل بڑے نکھر کر سامنے آ گئے ہیں اور غیر مقلدین کیلئے مستقل سوالیہ نشان بن کر اپنی مضبوطی کا لوہا منوا رہے ہیں۔

اس کے بعد علامہ سیالوی صاحب نے آگے چل کر عوام و خواص کے سامنے اہلحدیث حضرات کے دلائل کو پیش کر کے دلائل و براہین کے ساتھ اُنکا جامع جواب دیا ہے۔

بعد ازاں تاریخی حوالے سے ثابت کیا ہے کہ اُمت کی اکثریت رفع یدین کی قائل نہیں رہی۔ اور رفع یدین کے قائلین و عاملین ہر زمانہ میں علمی میدانوں میں شکست پر شکست کھاتے رہے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی فرمان ہے۔ "اتبعوا السواد الاعظم" یعنی میری امت کے سب سے بڑے گروہ کی پیروی کرو۔

علامہ سیالوی صاحب نے ثابت کیا ہے کہ امت کا سب سے بڑا گروہ رفع یدین کو منسوخ ہی قرار دیتا ہے از ابتدا تا ایں وقت۔ اللہ تعالیٰ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو تمام مسلمانوں کیلئے مینارۂ نور بنائے اور علامہ سیالوی صاحب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ اور دیگر مسائل احناف پر تحقیق و تصنیف کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

محمد اشفاق احمد غفرلہٗ
مدرسہ غوثیہ جامع العلوم خانیوال
۳ جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ